

خطبہ فذک

مترجم

حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی (دامت برکاتہ)

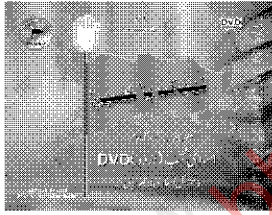
ناشر

رجسٹرڈ نمبر 1673
0301-4462882

ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

خطبہ فذک

حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی (دامت برکاتہ)

ناشر

مکتبہ اہل البیت

مدرسہ کلیہ اہل البیت (فیصل آباد روڈ چنیوٹ)

فون: 047-6331272

خطبہ فذک

حجتہ الاسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی (دامت برکاتہ)

تحقیق و نگارش: علامہ آفتاب حسین جوادی

1100

تعداد:

۲۱ ربیع الاول

تاریخ:

300/=

ہدیہ:

ناشر

مکتبہ اہل البيت
مدرسہ کلیہ اہل البيت (فیصل آباد روڈ چنیوٹ)

فون: 047-6331272

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

خاندانِ صحت و طہارت کائنات کا گلستان اور جنابِ قاطرہ الزہراء سلام اللہ علیہا اس گلستان کا مہکنا پھول ہیں۔ اس کی مہک جہاں حسنین (علیہما السلام) کے کلمات اور زینبین سلام اللہ علیہما کے خطبات میں نظر آتی ہیں وہیں آپ کے اپنے ارشادات اور خطبات بھی عالم اسلام کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

آپ کا ایک اہم خطبہ ”خطبہ فدک“ کے نام سے مشہور ہے۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ اردو زبان کے باذوق قارئین کے لیے ”خطبہ فدک“ کا ترجمہ اور تشریح کو طبع کیا جائے۔

اس لیے میں نے حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ حسن علی مخنی (دامت برکاتہ) سے خواہش ظاہر کی جن کا ترجمہ قرآن اردو زبان کے قارئین میں اس قدر مقبول ہوا ہے کہ چند برسوں کے دوران اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔

شیخ حسن علی مخنی صاحب نے اس ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دیا۔ خطبہ فدک کا ترجمہ اور تشریح کو طبع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر ہم نے ان سے درخواست کی کہ ثانی زہرا حضرت نہد کے اس خطبے کا ترجمہ کیا جائے جو آپ نے دربارِ یزید میں دیا تھا۔

اب اس خطبے اور ترجمے کو بھی خطبہ فدک کے ساتھ شامل کر کے طبع کروایا گیا ہے۔ امید ہے کہ خاقانِ جنت اور ثانی زہرا اس خطبے کے شارح اور طہامت میں تعاون کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گی۔

شیخ حسن علی مدبر مسجد مصومین

دھگیر۔ کراچی



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة على نبيه والميامين من آله

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدک ایک تاریخ، درد کی ایک داستان اور اہل کلمح کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے جانے کے بعد رقم ہونے والی افسوسناک تاریخ کا عنوان ہے۔ اس تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ خطبہ رُخ کا تعین کرتا ہے۔ اس طرف رُخ کئے بغیر نہ کوئی جملہ معنی دیتا ہے، نہ کسی تعبیر کے مفہوم کا تعین ہوتا ہے، نہ ہی واقعات اور حادثات کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے اس خطبے کو اسی اہمیت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے۔

جناب حجۃ الاسلام والسلمین شیخ علی مدیر دام مجده الشریف اس ترجمہ کے محرک ہیں، جن کے مخلصانہ مشوروں کی وجہ سے اس خطبہ کو ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ حدیث میں آیا ہے ”الدال علی الخیر کفاعله“، نیکی کی رہنمائی کرنے والا اس کو انجام دینے والے کی طرح ہے۔ ”یعنی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے یعنی ایک اشارے کو وہ ثواب میسر آتا ہے جو اس عمل کرنے والوں کو مشقتوں کے بعد مل سکتا ہے۔ خداوند کریم ان کو صحت و عافیت سے نوازے اور ان کو توفیق مزید اور عمر مدید عطایت فرمائے۔ آمین!

محسن علی نجفی

۲۰ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

۲۵ مئی ۲۰۰۸ء

خطبہ فدک کی اسنادی حیثیت

تحقیق و نگارش

علامہ آفتاب حسین جواد

یہ حقیقت ناقابل انکار تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ عصمت و طہارت کی مرکز و محور اور مہابینطق عن الہوی سے متصف رسولؐ کی پروردہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے بحر پورا انداز میں مسئلہ فدک کے اصل حقائق سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، آپؑ نے اس معرکہ الاراء تاریخی خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نظریہ توحید، آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور بیعت کے اغراض و مقاصد، امت اسلامیہ کی ذمہ داریاں اور نظریہ امامت و خلافت، قرآن مجید کی اہمیت و اقاویت اور اس کی بالادستی، شریعت محمدیہ کے احکام اور ان کا فلسفہ، اپنے شوہر نامدار حیدر کراڑ کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے وقت کے حکمران، مہاجرین و انصار اور خواتین کے سامنے احتجاج فرمایا ہے۔ تاریخ کے مختلف راویوں نے متعدد اسناد سے یہ تاریخ ساز خطبہ نقل کیا ہے اگر راویان اور حفاظ حدیث میں سے جس کسی سے محبت اہل بیتؑ کی خوشبو آتی تو ارباب اقتدار کی جانب سے ان پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور انہیں مطعون و مجروح کرنے اور دبدبہ و طاقت سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لایا جاتا۔ حکمرانوں کے جبر و تشدد اور ان کی ہموا اکثریت کے شدید رد عمل کا خوف ہر وقت ان پر طاری رہتا تھا۔ موت کی تلوار ان کے سروں پر ہمہ وقت لٹکی رہتی تھی حکمران اور ان کے ہم نظریہ افراد اہل بیتؑ کے حق میں کوئی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے مگر اس کے باوجود خانوادہ رسالتؑ کی عظمت و رفعت کے متعلق احادیث و روایات، ان سے مروی خطبے اور ارشادات سینہ بہ سینہ چلے آتے رہے اور اس دوران جب بھی کبھی راویان حدیث کو وعظ یا تحریر کے ذریعے بیان کا موقع ملا تو انہوں نے برملا اظہار کردیا حتیٰ کہ مخالف طبقہ کے سنجیدہ افراد بھی ان حقائق

کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد ان پر کیا گذرتی؟

اس کی صرف ایک ادنیٰ سی مثال ذیل میں بیان کی جا رہی ہے جسے علامہ ذہبی نے رقم کیا ہے:

محدثین اہلسنت میں سے تیسری صدی کے ایک بہت بڑے بلند پایہ حافظ حدیث اور امام دارقطنی ایسے ائمہ حدیث کے استاد محدث محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان الواسطی نے ایک موقع پر اہل واسطہ کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ”حدیث طیر“ (۱) حفظ اور املا کرائی جسے ان کی طبیعتیں (بغض علی کی بنا پر) برداشت نہ کر سکیں اس وجہ سے فوراً سب لوگ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ان کو مجلس درس سے اٹھا دیا اور ان کی جگہ کو پانی سے دھویا۔ محدث صاحب اس تکلیف دہ عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو گئے اور اس کے بعد پھر کسی واسطی کو حدیث نہیں پڑھائی اہل واسطہ میں ان کی روایت کردہ احادیث کی کمی کی وجہ یہی ہے

(ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد ۳ صفحہ ۹۶۶)

علامہ ذہبی کے اس بیان سے ہمارے بیان کردہ نقطہ نظر کو زیادہ تقویت پہنچتی ہے۔

غور فرمائیے! صرف اموی انحراف پسندی کے تحفظ کے لئے اپنے ہی محدث کو ”فضیلت علی“ میں محض ایک حدیث پڑھانے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے کس طرح انہیں گھر کی چار دیواری میں محصور کر دیا، نہ صرف یہ، بلکہ آئندہ کے لئے بھی ان کی بیان کردہ کسی حدیث یا روایت کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ ایسے لاکھوں

۱۔ حدیث طیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللهم انتی باحِبِّ حَلْفِكَ الْوَلَدِ مَا كَلَّمَ مَعِيَ هَذَا الطَّيْرَ فَحَاءَ عَلِيٍّ فَكَلَّمَ مَعَهُ) ”اے اللہ! میرے پاس اسے بھیج جو تجھے اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ ہے (بہتا ہوا) پروردگار! گوشت) کھائے ہیں آپ کے پاس حضرت علیؑ تشریف لائے اور مل کر کھایا۔“

(تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۳۵ صفحہ ۲۷۸، المعجم الکبیر طبرانی ج ۷ صفحہ ۹۵، مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۱۲۶)۔ اہل سنت کے مستشرق اور جید علماء نے اس حدیث کی بڑے شد و دے توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ بیہقی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: [ور رجال الطبرانی رجال الصحيح غير فطر بن خليفة وهو ثقة] امام حاکم نے کہا ہے: [هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه] (مستدرک علی الصحيحین ج ۳ صفحہ ۱۳۰)۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: [واما حديث الطير فله طرق كثيرة جدا قد افردتها المصنف و معدوها هو يوجب ان يكون الحديث له اصل] ”حدیث طیر بہت سی سندوں سے مروی ہے میں نے ان سب کو ایک الگ کتاب میں جمع کر دیا ہے جن سے یہی نتیجہ نکلا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفحہ ۱۰۳، المعجم الکبیر ج ۱۳ صفحہ ۲۳۳)۔ یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰ، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید خدری، ابو رافع، جابر بن عبداللہ انصاری، جثی بن جنادہ السلوکی، یحییٰ بن مرۃ ثقفی، ابن عباس، سفینہ مولیٰ رسول اللہ، انس بن مالک، اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ (جمادی)

کریاک واقعات آج بھی صفحات تاریخ پر نقش ہیں تاہم یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر بقول مرخیاں ہم بھی عرض کریں گے

تو خون کساں بخوری ماخون رزاں انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

ہوامیہ کے ہمو اور ان کے نظریہ سے متاثر ہونے والے بے رحم قلمکاروں نے قلم و قریاس کے ذریعے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا پر گزرے ہوئے ناقابل برداشت جاگنداز واقعات کو نظروں سے اوجھل کرنے کی حتی المقدور سعی نافرجام کی ہے لیکن تاریخ آخر تاریخ ہوتی ہے جو امتداد زمانہ کے باوجود ہر دور میں اپنے سینے میں موجود سچائیاں مظہر عام پر لاتی رہتی ہے اور جب بھی کوئی شخص مفاد یا تعصب و تنگ نظری کی عینک لگا کر اس کے خالق کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ناقابل تردید حوالوں کے ساتھ اپنا بھرپور دفاع کرتی ہے۔

اگرچہ اس خطبہ کو مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے احنے علمائے حدیث و تاریخ نے بڑے وثوق سے درج کیا ہے کہ ان کا مختار ہی سند ہے لیکن اس کے باوجود اس کے راویوں پر علم رجال کی روشنی میں نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ اگر علی سبیل التنزیل ایک لمحے کے لیے یہ باور کر لیا جائے کہ اس خطبہ کے کچھ راوی کمزور ہیں جب بھی یہ خطبہ قابل احتجاج و استشہاد رہے گا وہ اس لیے کہ جمہور محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ضعیف بھی متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ خطبہ فدک کئی اسانید کے۔ اجتہاد نقل ہوا ہے تو لامحالہ اس کی صحت میں کلام نامکن ہے۔

مذکورہ خطبہ کے متعدد سلسلوں میں سے ایک سلسلہ کے زیر بحث راوی درج ذیل ہیں:

- ❖ ام المؤمنین حضرت عائشہ المتوفاة ۵۸ھ
- ❖ حضرت عروہ بن زبیر بن عوام مدنی متوفی ۹۴ھ
- ❖ جناب صالح بن کیسان مدنی تابعی متوفی ۱۳۶ھ
- ❖ جناب محمد بن اسحاق بن یسار متوفی ۱۵۱ھ
- ❖ شرقی بن قتیبہ متوفی ۲۳۵ھ
- ❖ محمد بن زیاد بن عبد اللہ الزیادی متوفی ۲۵۰ھ
- ❖ جناب احمد بن حنبل بن ناصح الخوئی متوفی ۲۴۸ھ



✽ جناب محمد بن عمران المرزبانی متوفی ۳۸۲ھ

✽ جناب محمد بن احمد الکاتب متوفی ۳۳۶ھ

اس خطبہ کو حضرت عائشہؓ، حضرت عروہ بن زبیر اور صالح بن کیسانؓ ایسے بہت سے جلیل القدر ائمہ ثقات اور حفاظ کی صحیح اسانید سے روایت کیا ہے لہذا اس کے صحیح ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کے محال نہیں ہے۔

جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اس فصیح و بلیغ خطبے کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء و اہل فن نے اپنی تالیفات میں سند کے ساتھ اور بعض نے اقتباسات کو درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے طوالت و اطناب کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے ہم یہاں صرف ایک سند کے روادع پر تبصرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں اگر اس خطبہ کی متعدد اسناد کو زیر بحث لایا جائے تو اس کے لئے باقاعدہ ایک دفتر درکار ہے۔

دنیاۓ علم میں پانچویں صدی کی ایک نابغہ روزگار شخصیت، علم و ادب کے بحر زخار آیۃ اللہ فی العالمین السید شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ المتوفی ۱۲۳۱ھ ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم عقلیہ و عقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر و دلیعت فرمائی ہے اس بطل جلیل کے علمی تفوق و برتری کا اعتراف اہل سنت کے جید اور نامور علماء نے کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ جو فن رجال میں استقراء تام کے حامل اور ائمہ فنون میں سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں انہوں نے ایک ضخیم کتاب ”سیر اعلام النبلاء“ کے نام سے لکھی جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی جلد ۱۷ صفحہ ۵۸۸ تا ۵۸۹ طبع بیروت میں سرکار علامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

العلامة الشریف المرتضیٰ۔۔۔ من ولد موسیٰ کاظم۔۔۔ وکان

من الاذکیاء الاولیاء المتبحرین فی الکلام والاعتزال والادب

والشعر۔۔۔

ان کے علاوہ دیگر بہت سے غیر شیعہ علماء نے ان کی عظمت و جلالت اور رفعت علمی کو بڑے شہود سے بیان کیا ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس خطبہ کو اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”الشفافی فی الامامة“ میں



استاد کے ساتھ نقل کیا ہے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے لئے یہی کافی ہے کہ علامہ یاقوت حموی شافعی کو یہ لکھنا پڑا:

وہو کتاب لم یصنف مثله فی الامامة
یہ وہ کتاب ہے جس کی مثل کوئی دوسری کتاب مسئلہ امامت میں نہیں لکھی گئی۔
(معجم الادباء ج ۱۳ ص ۱۳۷)

چنانچہ علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سلسلہ سند بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اعبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی قال حدثنی محمد
بن احمد الکاتب قال حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی
قال حدثنا الزیادی حدثنا شرقی بن قطامی عن محمد بن
اسحاق قال حدثنا صالح بن کیسان عن عروہ عن عائشة قالت
لما بلغ فاطمة علیہا السلام اجماع ابی بکر منعها (فدک) لانت
خمارها علی راسها واشتملت بحلبابها واقبلت فی لمة من
حفدتها۔۔۔۔۔ الخ

”ہم سے بیان کیا ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی نے اور اس سے بیان کیا محمد
بن احمد الکاتب نے اور اس سے بیان کیا احمد بن عبید بن ناصح نحوی نے اور
اس سے بیان کیا الزیادی نے اور اس سے بیان کیا شرقی بن قطامی نے اور اس
سے بیان کیا محمد بن اسحاق نے اور اس سے بیان کیا صالح بن کیسان نے اور
اس سے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر نے اور اس سے بیان کیا حضرت عائشہؓ نے
کہ جب حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے سنا کہ ابو بکر نے ان کو فدک نہ دینے کا
فیصلہ کر لیا ہے تو آپ نے سر پر مقعد ڈالا اور پھر سر سے پاؤں تک چادر اوڑھی
اور کینروں کے گردہ میں ابو بکر کے پاس آئیں۔۔۔۔۔“

(ملاحظہ فرمائیے۔ الشافی فی الامامة صفحہ ۲۳ طبع قدیم تہران ۱۳۰۱ھ)

اسی طرح ان کے تلمیذ رشید شیخ الطائفة ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ نے اس سند کو اپنی پیش بہ تالیف ”تلفیص الثانی جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۳ھ میں درج کیا ہے۔
 سطور بالا میں درج کی گئی سند بالکل صحیح ہے راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے۔
 حضرت عائشہؓ: جناب سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی مرکزی راویہ حضرت عائشہؓ ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں یہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عوف ہے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ایک بڑے طبقے نے ان سے روایات نقل کیں۔ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت ۶۵۵ یا ۵۵ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
 عروہ بن زبیر بن عوامؓ مدنی: مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام کے فرزند تھے ان کی ماں جناب اسماء بنت ابوبکرؓ تھیں آپ حضرت ابوبکرؓ کے نواسے ہیں، آپ کی ولادت کے متعلق علامہ ذہبیؒ خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولد عروہ سنة ثلاث وعشرين فهذا قول قوي
 عروہ ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے یہی قول مستبر اور قوی ہے

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۲)

ثقة فقيه مشهور من الثانية

”آپ مشہور ثقہ فقیہ تھے اور دوسرے طبقہ کی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔“

کتب صحاح ستہ میں متعدد احادیث آپ سے مروی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۳، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۳۹۴) امام احمد بن عبد اللہ حنبلؓ نے کہا ہے کہ عروہ بن الزبیر تابعی ثقہ کان رجلاً صالحاً ثقہ تابعی اور یک متدین شخص تھے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا: ما اجد اعلم من عروہ بن الزبیر، میں نے عروہ بن زبیر سے بڑا عالم کسی کو نہیں پایا (تاریخ الثقات صفحہ ۳۳۱، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۵/۴۲۶، تاریخ دمشق ابن مساکر جلد ۱۱ صفحہ ۹۲۱) آپ نے اپنے والد اور حضرت عائشہؓ سے خصوصیت کے ساتھ احادیث حاصل کیں انہوں نے حضرت عائشہؓ کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا حضرت عروہؓ

اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۸۳) انہوں نے مدینہ منورہ کے مضامین اپنے علاقے ”مجاہ“ میں ۹۳ ہجری میں انتقال کیا۔

صالح بن کیسان مدنی:۔ صالح بن کیسان ابوالمحارث النخاری المدنی تابعین کے بڑے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں آپ عمر بن عبدالعزیز اموی کی اولاد میں سے ہیں عروہ بن زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں ان سے روایات نقل ہوئیں آپ محدث، ثبت فقیہ اور چوتھے طبقہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۷۷۳، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ طبع دکن) حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۳۰۰ میں لکھتے ہیں:

كان صالحاً ثقة... وقال ابن حبان في الثقات كان من فقهاء
المدينة والجامعين للحديث والفقہ من ذوی الهيئۃ
والمرؤۃ... حافظاً اماماً كثير الحديث ثقة حجة
آپ دیندار ثقہ تھے اور ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے کہ یہ فقہاء، مدینہ اور
حدیث و فقہ کے جامعین میں سے تھے آپ حافظ، امام، کثیر الحدیث اور قابل
وثوق محبت تھے۔

حافظ احمد علی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۲۶ پر ان کو ثقہ کہا ہے پھر اسی کتاب کے فاضل محشی ڈاکٹر
عبدالمصلیٰ قلجی نے حاشیہ نمبر ۱ پر ”متفق علی توثیقہ“ کہہ کر ان کی ثقاہت پر تمام علماء کا اتفاق نقل کیا
ہے۔ آپ ۱۳۶ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

محمد بن اسحاق:۔ محمد بن اسحاق بن یسار السعفی کے جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے
چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالاحد المعروف ابن ہمام حنفی تحریر کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق حدیث کے بارے میں ایمان والوں کے امیر ہیں اور بڑے
بڑے علماء مثل امام ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ جیسے ان کے شاگرد ہیں امام
یحییٰ بن یحییٰ، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ اہل سنت نے اس سے روایت



لی ہے اور امام بخاری نے ”جزء القراءة خلف الامام“ میں ان کی دعاقت پر
 اعتماد کیا ہے امام ابن حبان نے بھی ان کا ذکر اپنی قابل وثوق رواۃ پر مشتمل
 کتاب ”الثقات“ میں کیا ہے (ملاحظہ ہو فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۹۰ مطبوعہ کوئٹہ)
 اور امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی توثیق کو اپنی کتاب ”التاریخ الکبیر“ جلد ۱ صفحہ ۴ طبع دکن میں
 بھی مختصر طور پر بیان کر دیا ہے۔ حنفی مسلک کے ترجمان امام جمال الدین دہلوی حنفی نے ابن اسحاق کے متعلق
 لکھا ہے:

وابن اسحاق الاکثر علی توثیقه وممن وثقه البخاری۔۔۔ قال شعبه
 محمد بن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث وقال عبد اللہ بن مبارک
 محمد بن اسحاق ثقة ثقة

ابن اسحاق کو (ائمہ) کی اکثریت نے ثقہ کہا اور توثیق کرنے والوں میں امام
 بخاری بھی ہیں شعبہ نے کہا کہ محمد بن اسحاق حدیث کے باب میں امیر المومنین
 ہیں اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے۔
 (نصب الراية لاحادیث الهدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ جلد ۲ صفحہ ۸ طبع ۱۳۵۱ھ)

اصول حدیث کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ تعدیل کے الفاظ میں توثیق مقررہ درجہ اول
 کے الفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر العسقلانی تقریب التہذیب صفحہ ۳ پر مراتب تعدیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من اکدمدحه اما بافعال کا وثق الناس او بتکریر الصفة لفظاً کثقة
 ثقة او معنی کثقة حافظ

”دوسرے مرتبے میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی ہے افضل
 التفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے ”اوثق الناس“ یا لفظوں میں صفت کو مکرر
 کر دیا جائے جیسے ”ثقة ثقة“ یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ“

(کذائی، تاریخ اسماء الثقات لابن شامین صفحہ ۱۵ طبع کوئٹہ)

علامہ ذہبی اپنی مشہور عالم تصنیف میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۴۷ طبع مصر میں محمد بن اسحاق کے

تذکرہ میں مختلف اقوال نقل کر کے آخر میں بطور نتیجہ رقم طراز ہیں:

قالذي يظهر لي ان ابن اسحاق حسن الحديث صالح الحال
صدوق۔۔۔۔۔ وقد استشهد مسلم بخمسة احاديث لابن
اسحاق ذكرها في صحيحه

”مجھے جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق حسن الحديث صالح الحال اور
صدوق ہے اور بے شک امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح مسلم میں پانچ احادیث
میں استشہاد کیا ہے۔“

امام محمد بن اسحاق نے ۱۵۱ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

مندرجہ بالا اہل سنت کے ائمہ فن اور اکابر احناف کی ان واضح تقریحات سے ثابت ہوا کہ جمہور
ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو ثقہ اور حسن الحديث قرار دیا ہے۔

البتہ بعض فن رجال کے ماہرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں مگر چونکہ مدلس بھی
ہیں اس لئے جب وہ ”عن“ سے روایت کریں گے تو ان کی حدیث ضعیف ہوگی اور جب وہ ”حدثی“ یا
”حدثنا“ کہہ کر روایت کریں گے تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ اپنے مجموع فتاویٰ
جلد ۳۳ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

وابن اسحاق اذا قال حدثني فحديثه صحيح عند اهل الحديث
يعني ابن اسحاق اگر حدثی کہہ کر تفرغ کرے تو محدثین کے نزدیک اس کی
حدیث صحیح ہے۔

مزید برآں موجودہ زمانہ کے معروف ماہر رجال علامہ ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۲۲۰ھ) نے
بھی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی کتاب ”الکلم الطیب“ کے حاشیہ صفحہ ۴۴ پر اس بات کی تفرغ کر دی ہے۔
لہذا جناب قاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ کے خطبہ فدک کی حقانیت و صحت پورے طور پر ثابت
ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے یہ خطبہ فدک ”حدثنا صالح بن کیسان“ کہہ کر روایت کیا ہے۔ جو اس کے
صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔



شرقی بن قطامی:۔ اس کا اصل نام ولید بن حصین بن جمال بن حبیب بن جابر بن مالک ہے اس کا تعلق مشہور قبیلہ بنی مروین امرئ القیس سے ہے۔

(ملاحظہ ہو التاریخ الکبیر للامام بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ رقم ۲۷۱۵ طبع حیدر آباد دکن، تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸ رقم ۲۸۳۷ طبع بیروت)۔

امام بخاری کا اس پر تنقید اور جرح نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ قابل اعتبار اور ثقہ راویوں سے ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

سکوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الحرح فی الراوی توثیق له
”ابن ابی حاتم یا امام بخاری کا راوی پر جرح کرنے سے سکوت اختیار کرنا گویا اس کی توثیق ہے۔“

(قواعد علوم الحدیث صفحہ ۲۲۳، ۲۵۸ طبع الریاض سودی عرب)

انہی صفحات کے حاشیہ پر محقق محشی استاد شیخ عبد الفتاح ابو غندہ شاگرد علامہ زاہد الکوثری نے اس بات کی تائید کی ہے۔

علاوہ ازیں اس کے ثقہ اور معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام ابن حبان جیسے فن علم حدیث کے امام نے اپنی کتاب الثقات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت میں اس کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور جس کو امام ابن حبان اپنی ثقات میں بیان کر دیں جہالت و جرح رفع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ محدث کا شمیری نے حافظ ابن عبد الہادی کے حوالے سے لکھا ہے:

ان ابن حبان اذا ادرج احداً فی کتاب الثقات ولم یخرج فیہ احد
فہو ثقة فالحديث قوى،

امام ابن حبان جیسی جب کسی کو ثقات میں ذکر کریں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو تو وہ ثقہ ہوتا ہے اس کی حدیث مضبوط ہوتی ہے۔

(العرف القدی علی سنن ترمذی صفحہ ۲۱۰ طبع دیوبند)۔

اور اسی تناظر میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۴۶ پر اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن محدث مہارکپوری نے اشکار السنن صفحہ ۱۳۱ مطبع فاروقی دہلی میں حضرت علامہ انور شاہ محدث

کاشمیری کے اس بیان کی بڑے شد و مد سے حرید تائید و تصویب کر دی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے آشکار ہوا کہ محدثین اہلسنت کے نزدیک ابن حبان کی توثیق محتر ہے اور صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی راوی کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ درج بالا تحقیق سے شرقی بن قتایہ کی ثابت حرید واضح ہو گئی ہے۔

محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادیؒ:۔ ان کا پورا نام یہ ہے محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی جیسا کہ علامہ ذہبی ان کے حالات لکھتے ہوئے ابتداء ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام الحافظ الشقة الحلیل ابو عبد اللہ محمد بن زیاد بن عبيد اللہ ابن الربيع بن زہاد بن ابیہ الزیادی البصری من اولاد امیر العراق زیاد الذی استلحقه معاوية ولد فی حدود سنة ستين ومائة۔۔ حدث عنه البخاری وابن ماجة وابن عزمہ۔۔ وعدد كثير۔۔۔

”امام حافظ بہت بڑا ثقہ ابو عبد اللہ محمد بن زیاد۔۔ الزیادی بصری یہ زیاد بن ابیہ جسے معاویہ نے اپنا بھائی بنا لیا تھا اور جو عراق کا حکمران تھا کی اولاد سے ہیں اور ۱۶۰ ہجری کی حدود میں پیدا ہوئے۔ ان سے امام بخاری، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ وغیرہ ائمہ کی زیادہ تعداد نے روایات لی ہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۴) یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں

(لاحظہ ہو: اسامی مشایخ الامام البخاری لابن مندہ اصہبانی صفحہ ۶۷ طبع مکتبۃ الکواثر سعودیہ)۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی المعروف ابن قیسرانی نے صحیح بخاری کے راویوں میں ان کا تذکرہ یوں کیا

ہے:

محمد بن زیاد بن عبد اللہ بن الربيع بن زہاد سمع محمد بن جعفر عندنا روی عنه البخاری فی الادب۔۔

(الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ طبع دکن)۔

علامہ ذہبی نے الکاشف جلد ۳ صفحہ ۳۸ پر اس کے حالات میں تحریر کیا:

--- الزیادی بصری صدوق ---، یہ پھرے کا رہنے والا ہے روایت کے

باب میں نہایت سچا ہے۔

مزید برآں سنن ترمذی جلد اول ”باب المسح علی العفین“ میں بھی محمد بن زیاد الزیادی سے حدیث نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے اس سے مروی حدیث کے ذیل میں کہا ہے:

هذا حديث حسن صحيح ”یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے“

یہی حدیث مسند الامام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔

علاوہ ازیں امام الجرح والتعديل ابن حبان حمی نے اپنی ثقات میں اس کی تصحیح کی ہے۔

ثابت ہوا کہ محمد بن زیاد الزیادی بلا شک و شبہ ثقہ اور انتہائی سچا ہے اس سے مروی روایت قابل

قبول ہے لہذا خطبہ فدک کی صحت روز روشن کی طرح واضح و لاغ ہو گئی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا تقریب النہذیب صفحہ ۳۲۰ میں یہ کہنا کہ ”صدوق یحطی“ محمد

بن زیاد الزیادی سچا ہے خطا کر جاتا ہے۔ اس کے متعلق جواباً گزارش یہ ہے کہ جب وہ صدوق ہے اور کبھی

کبھی اس سے خطا ہو جاتی ہے تو اس سے بیان کردہ روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ اور اق

میں علامہ ذہبی کا بیان گذر چکا ہے کہ ائمہ حدیث میں سے خطا سے کوئی بھی نہ بچ سکا نیز یہ طے شدہ اصول

ہے کہ فلیس من شرط الثقة ان لا یغلط ابداً، ”پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ اس سے غلطی کا کبھی صدور

نہ ہوا ہو“ چونکہ یہ عقلاء کے نزدیک بھی ایک معتنع اور نہایت محال امر ہے۔

لہذا یہ اس کی بیان کردہ روایت کے ضعف اور کمزوری کا باعث ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ اس کی

حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے امام ترمذی اور ابن حبان حمی جیسے ائمہ حدیث نے اس کی

اسناد کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

احمد بن عبید بن ناصح النخوی:۔ علامہ ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابو عصبدة الشیخ العالم المحدث ابو جعفر احمد بن عبید بن

ناصر بن بلنجر الدیلمی ثم البغدادی الهاشمی۔۔ الخ

(ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۳ طبع بیروت)

یہ جن ائمہ حدیث سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں مگر چند ایک کے نام یہ ہیں
حسین بن علوان کلبی، علی بن عاصم، ابو داؤد الطیلسی اور محمد بن زیاد الزیادی وغیرہم۔

(تاریخ بغداد جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)

علاوہ بریں علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۴ پر ان کے متعلق ابن عری کا قول نقل کیا

ہے:

کہ احمد بن حنبلہ بمقام سرمن رائے میں رہائش پذیر تھا اہمسی اور محمد بن مصعب
سے مناکیر بیان کرتا تھا اس کے بعد علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں: قلت قد
تابعه احمد الحوطی قال وابو عصبه مع هذا كله من اهل
الصدق، ”میں (ذہبی کہتا ہوں) کہ احمد حوطی نے اس کی متابعت کی ہے اور
کہا اس کے باوجود ابو عصبہ (احمد بن حنبلہ) سچے لوگوں میں سے ہے۔“

بعض لوگوں نے احمد بن حنبلہ پر مبہم قسم کی جرح کی ہے جو ناقابل التفات وغیرہ مسموع ہے کیونکہ یہ
اہل صدق میں سے ہیں پھر بھی بموجب ومن بحری من الخطأ والنصحیف یعنی وہم وخطا سے کون بچ
سکا ہے بعض اوقات انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔

علامہ ذہبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

قلت۔۔۔ فأرني اماما من الكبار سلم من الخطاء والوهم فهذا
شعبة وهو في الذروة له اوهام وكذلك معمر والاوزاعي ومالك
رحمة الله عليهم۔۔۔

”مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے کوئی ایسا امام دکھاؤ جس سے وہم اور خطا نہ
ہوئی ہو، یہ شعبہ چوٹی کے محدث ہیں ان سے کئی افلاط ہوئے ہیں اور اس
طرح معمر اور اوزاعی و مالک سے اوہام و افلاط سرزد ہوئے ہیں۔“

(سیر اعلام النبلاء جلد ۶ صفحہ ۳۶)

واضح ہو کہ احمد بن حنبل نے ۲۷۸ ہجری میں وفات پائی ہے۔

محمد بن عمران المرزبانی:۔ سید موصوف (علم الہدی) نے اس خطبے کو اپنے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی سے نقل کیا ہے۔

یہ بحادی الثانی ۲۹۹ھ پیدا ہوئے (شذرات الذهب لابن حسان الحنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ طبع بیروت) یا قوت حموی کی معجم الادباء جلد ۱۸ صفحہ ۲۶۸ طبع دار المامون مصر میں ان کے متعلق لکھا ہے:

كان راوية صادق اللهجة واسع المعرفة بالروايات كثير السماع روى عن البغوي وطبقته... وكان ثقة صدوقاً من خيار المعتزلة..

معروف فاضل محقق و محقق علامہ محمد ابو الفضل ابراہیم المصری نے کتاب غرر الفوائد و درر القلائد کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فقد كان اماماً من ائمة الادب و شيعنا من شيوخ المعتزلة و علما من اعلام الرواية...

”علم و ادب کے ائمہ میں سے ایک امام اور معتزلہ کے شیوخ اور راویان حدیث میں سے تھے۔“

(غرر الفوائد جلد ۱ صفحہ ۷ الطبع الاولی دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۳ء)

حافظ ابن خلکان نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

... المرزبانی الخراسانی الاصل البغدادی المولد صاحب

التصانيف المشهورة والمحاميع الغربية كان رواية للادب

صاحب اخبار و تواليفه كثيرة و كان ثقة في الحديث و ماثلاً الى

التشيع في المذهب...

”یہ اصل خراسانی تھے بغداد میں پیدا ہوئے، مشہور کتابوں کے مصنف ہیں علم

وادب کے راوی اور تالیفات کثیرہ کے مالک تھے اور حدیث بیان کرنے میں قابل وثوق ہیں اور مذہب میں ذرا شیخ کی طرف میلان تھا۔“

(وفیات الاحیاء جلد ۱ صفحہ ۶۳۲ طبع قدیم مصر، شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)۔

ممکن ہے کہ کوئی کم فہم یہ سمجھ بیٹھے کہ مرزبانی شیعہ تھا یہ تصور قطعاً غلط ہے بلکہ وہ معتزلی اہلسنت تھا بقول ابن خلکان صرف مالک بہ تشیع تھا حقیقی شیعہ بالکل نہ تھا چنانچہ ائمہ اہل سنت نے ان کے معتزلی المذہب ہونے کی صراحت ہائیں الفاظ فرمائی ہے علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں واشکاف الفاظ میں لکھا ہے:

--- کان معتزلیاً ثقةً

--- ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی معتزلی اور قابل وثوق تھا۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۴۳۸، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۶۷۲/۶۷۳، البحر فی خبر من غیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ طبع

بہروت)

اور بعینہا اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ان کا مذہب یہی بتلایا ہے:

کان مذہبه الاعتزال و کان ثقةً

”ان کا مذہب معتزلی تھا اور (روایت کے باب میں) ثقہ تھے“

(ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۳۲۷ طبع دکن)

البتہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کے گہرے جذبات اور خالصانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا تشیع کی طرف میلان تھا درحقیقت ان کا تعلق مسلک اہل سنت سے تھا۔ ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی ثقہ اور مستبر ہے اور اس نے خطبہ فدک کو اپنے بزرگ محمد بن احمد الکاتب سے سماعت فرمایا اور پھر ”حدثنی“ کہہ کر آگے پھیلا یا ہے۔ مرزبانی نے ۳۸۴ھ کو وفات پائی ہے۔

شیعہ راوی سے مروی روایت کی حجیت تسلیم شدہ ہے

اگر بغرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ راوی شیعہ تھے تب بھی ان کی بیان کردہ حدیث یا روایت کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس لئے کہ محدثین اور ماہرین اصول حدیث اہل سنت کا رواج

حدیث کے بارے میں یہ مسلمہ اصول ہے:

الغلوفی التشیع لیس بحرح اذا کان الراوی ثقة
 ”جب راوی ثقہ ہو تو محض غلو در تشیع موجب جرح نہیں ہے“

اس موقف پر دلیل یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں اکثر قالی شیعہ راویوں کو قابل وثوق اور ان سے مروی روایات کو قبول کیا گیا ہے چنانچہ مشہور ماہر علم رجال علامہ ذہبی نے کوفہ کے رہنے والے ایک کثر شیعہ راوی ابان بن تغلب کے متعلق لکھا ہے:

ابان بن تغلب الکوفی شیعہ جلد لکنہ صدوق فلنا صدقہ وعلیہ
 بدعتہ وقد وثقه احمد بن حنبل وابن معین وابو حاتم واورده ابن

عدی وقال کان غالباً فی التشیع۔۔۔ الخ

”ابان بن تغلب کوئی کثر شیعہ ہیں لیکن یہ ہیں سچے، پس ان کی صداقت و سچائی
 ہمارے لئے اور بدعت ان کی اپنے لئے اور امام احمد بن حنبل، امام ابن معین
 اور امام ابو حاتم رازی نے بلاشبہ ان کی توثیق کی ہے اور ابن عدی ان کے
 حالات کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ قالی شیعہ تھے۔“

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح میں قالی شیعہ اسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص حضرت
 علی علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتا ہو اور انہیں سب صحابہؓ سے افضل و ارفع جانتا ہو اور انہی کو بعد از پیغمبرؐ
 متصل خلیفہ سمجھتا ہو اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہو۔ واضح رہے کہ شیعہ سے متعلق اس قسم کی
 اصطلاحات کے دراصل خالق بنی امیہ ہیں اور اس کے پس منظر میں امویوں کے جبر و تشدد کا نتیجہ اور ان کی
 شیعہ دشمنی کا رفرما تھی۔ بعد ازاں علامہ ذہبی نے ان کے حالات پر اجمالی بحث کی ہے اس کے بعد بطور نتیجہ
 کلام یوں رقمطراز ہیں:

فهذا کثیر فی التابعین وتابعیہم مع الدین والورع والصدق
 فلورده حدیث هؤلاء لذهب حملة من آلائار النبوة وهذه مفسدة

بینة



”اس قسم کا (تشیع) تابعین اور تاج تابعین میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے اس کے باوجود وہ دیندار، پرہیزگار اور سچے ہیں اگر ان شیعہ راویوں کی احادیث کو رد کر دیا جائے تو اس سے احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا اور یہ بہت بڑی واضح خرابی ہے۔“

(میزان الاعتدال جلد ۵ صفحہ ۵ طبع مصر، تدریب الراوی للسیوطی صفحہ ۱۲۹ طبع مدینہ منورہ)

اہل علم طبقہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی بنیادی کتابیں صحاح ستہ میں بہت بڑی تعداد میں شیعہ روایات موجود ہیں ایسے راویوں کی نشاندہی ہی کے لئے دیگر کتب رجال کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ”مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مثال کے طور پر کتب صحاح ستہ کا ایک راوی عدی بن ثابت انصاری ہے جو صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا بہت بڑا خطیب اور واعظ تھا، اس کے باوجود اس سے مروی احادیث اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔

علامہ ذہبی اس کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

الامام الحافظ الواعظ الانصاری الکوفی۔۔۔

اور امام احمد بن حنبل، امام عجل، امام نسائی اور امام ابو حاتم رازی وغیرہ آئمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے۔ بعد ازاں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کان امام مسجد الشیعة وقاصمهم

”عدی بن ثابت شیعہ کی مسجد کے امام اور ان کے خطیب تھے۔“

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ صفحہ ۱۸۸، میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۱۲۹، فتح الباری صفحہ ۳۳۳ اور تہذیب الفہلب و غیرہ)

مندرجہ بالا اخبار و آثار اور ناقابل تردید دلائل سے یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ اہلسنت کے اصول حدیث کے مطابق شیعہ سے مروی احادیث و روایات قابل عمل اور لائق التفات ہیں یہاں اس مسئلہ پر مزید بحث باعث تطویل ہے لہذا ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۔ قباس کن زگلستان من بہار مرا

محمد بن احمد الکاتب:۔ اس کا پورا نام اس طرح ہے ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم الجبلی الکاتب ہے یہ بغداد کے رہنے والے تھے امام دارقطنی۔۔۔ محمد بن عمران المرزبانی جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے اور دیگر اکابر

اس سے روایت کرتے ہیں یہ روایت کے باب میں ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد جلد ۲ صفحہ ۲۶۸/۲۶۹ طبع بیروت، شذرات الذهب جلد ۲ صفحہ ۳۳۳، نشوار المحاضرہ للسیوطی جلد ۶ صفحہ ۷۷، ہدایۃ العارفین للہفدادی جلد ۲ صفحہ ۳۸)۔

محمد بن احمد الکاتب ماہ ذی القعدہ ۲۵۲ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ ہجری میں انتقال کیا

(المنتظم لابن العوزی جلد ۶ صفحہ ۳۵۹ طبع دکن، الانساب للسمعانی جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ طبع بیروت، الوافی بالوفیات للصفدی جلد ۲ صفحہ ۴۰ طبع مصر)

رفع اشکال:- بعض طبائح کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جاسکتا ہے کہ محمد بن احمد الکاتب کے لئے ”ثقہ“ الاانہ بروی مناکیہ “ استعمال ہوا ہے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے علمائے فن نے اس کی صراحت کی ہے چنانچہ اصول حدیث کے ماہر علماء ”برودی مناکیہ“ اور ”منکر الحدیث“ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان تفرق بین روى المناکیہ او بروی المناکیہ اوفی حدیثہ نکارۃ
نحوذک وبین قولہم منکر الحدیث ونحوذک بان العبارات
الاولی لا تقدح الراوی قدحاً یعتد بہ والاخری تحرحہ جرحاً
معتدا بہ

تم پر ”روی المناکیہ“ یا ”برودی المناکیہ“ یا ”فی حدیث نکارۃ“ وغیرہ ایسے الفاظ کے اور ”منکر الحدیث“ کے درمیان فرق کرنا لازم ہے کیونکہ پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں ہیں برعکس دوسرے یعنی منکر الحدیث کے کہ یہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔“

(الرفع والتکمیل صفحہ ۱۵ طبع حلب، نصب الراہ للزیلعی جلد ۱ صفحہ ۷۷ طبع قاہرہ، قواعد فی علوم الحدیث جلد ۲ صفحہ ۶۳ طبع الریاض، ابکار الحسن مبارکپوری صفحہ ۱۹۱ طبع دہلی)

مزید تفصیل کے لئے عصر حاضر کے مشہور ماہر فن حدیث محمد عبدالرحمن المرعشی کی تازہ تصنیف فتح

المنان مقدمہ لسان المیزان صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۴ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت ملاحظہ کیجیے

سطور بالا میں بیان کئے گئے دلائل سے ثابت ہوا کہ بروی المناکیہ جیسے الفاظ محمد بن احمد الکاتب

کے ثقہ اور صدوق ہونے کی مٹانی نہیں بڑے بڑے جید ائمہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اس کے لئے کوئی جرح مفسر ثابت نہیں ہے حالانکہ معمولی فہم کا انسان بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ جس ثقہ یا صدوق راوی پر معمولی جرح یعنی یہم، لہ مناکیر، لہ اوہام اور معطلی وغیرہ ہو تو اس کی منفرد حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

عطیہ عوفیؓ پر جرح اور اس کا جواب

اس خطبہ (فدک) کی سند میں راوی عطیہ العوفیؓ ہے جو کہ ضعیف ہے علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو یہ خطبہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

جواب :- جناب عطیہ بن سعد العوفیؓ کوفہ کے جلیل القدر تابعی ہیں ان کو بعض صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے ان کا شمار اہلحدیث میں ہوتا ہے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ظاہری زمانہ خلافت میں یہ پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار حضرت سعد بن جنادہؓ بارگاہ حضرت علیؓ میں حاضر ہوئے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام تجویز کیجیے۔ آپ نے فرمایا ”ہذا عطیہ اللہ“ یہی سے ان کا نام عطیہ رکھا گیا۔

انہوں نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کو عبد اللہ محض اور دیگر مشاہیر صحابہؓ و تابعینؓ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت علیؓ کی محبت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ امتداد زمانہ کے زیر اثر کچھ متعصب لوگوں نے ان کی بے جا تعریف کی ہے حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ جرح جب تعصب و عداوت اور منافرت وغیرہ کی بنا پر ہو تو ایسی جرح بالاتفاق قابل ماعت نہیں ہے بلکہ یہ جرح نہایت مردود اور مطرود ہے۔

عطیہ عوفیؓ ۱۱۱ھ کو شہر کوفہ میں واصل بحق ہوئے۔ ان کی حیات مستعار میں ۸۷ھ ان کے لیے انتہائی صبر آزمائش تھا۔

اسی سال سفاک زمانہ حجاج بن یوسف نے اپنے گورنر کو حکم دیا تھا کہ عطیہ اگر علی بن ابی طالبؓ کو سب و شتم کرے تو فیہا وگرنہ اسے ۴۰۰ کوڑے مارے جائیں اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی نوچ لیے جائیں تو جناب عطیہ عوفیؓ نے بھرے دربار میں جلا دوں اور تنگی تلواریں کے ہجوم میں اس فعل قبیح سے صاف



انکار کر دیا بلکہ خراس کو ان سنگین مراحل سے گزرتا پڑا۔

(ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن، ذیل المذہب من تاریخ الصحابہ والتابعین لابن

جریر الطبری صفحہ ۹۵ طبع مصر، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۷ طبع دکن)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان کیے گئے مندرجات سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اگر علیہ عوفیؑ خلیفہ راشد حضرت علیؑ اور ان کی اولاد پاک کی شان اقدس میں خدا خواستہ نازیبا کلمات استعمال کرتا تو ”جہور“ کے نزدیک حریز بن عثمان حمصی (مشہور نامی، بخاری کا راوی ہے) اور عمران بن حطان (بخاری کا راوی ہے حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم مرادی ملعون کی مدح سرائی کیا کرتا تھا) کی طرح ثقہ، معتبر اور انتہائی قابل اعتماد راویوں میں شمار ہوتا حالانکہ اصول حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نامی اپنی منافقت اور صداقت اہل بیتؑ کی وجہ سے غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ بلاوجہ صرف محبت علیؑ کے جرم میں علیہ العوفیؑ کو معہم اور مطعون کرنے کی سعی نامشکور کی گئی۔

جبکہ امام بخاریؒ کی ”الادب المفرد“ کے علاوہ سنن اربعہ یعنی ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ جیسے کتب صحاح کے مشاہیر ائمہ حدیث نے علیہ عوفیؑ سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا۔ جو اس کے عادل اور قابل اعتبار ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

سطور ذیل میں ہم اہل سنت کے مشاہیر ائمہ اور محدثین کی توہمات پیش کئے دیتے ہیں تمام کا استقصاء تو دشوار ہے لیکن بطور مثال صرف چند ایک کی تصریحات یہ ہیں۔
امام ابن معین نے علیہ عوفیؑ کی زبردست توثیق کی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے: مجمع الزوائد للہیثمی ج ۹ صفحہ ۱۰۹ طبع بیروت، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۵، تاریخ یحییٰ

ابن معین ج ۲ صفحہ ۳۰۶ طبع حلب)۔

امام ابن معین علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں یہ مذہب کے لحاظ سے غالی خفی تھے

۱۔ اس سلسلہ میں کتب صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے نامی راوی اور ان پر سیر حاصل تمبرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف ”الہدیۃ السنۃ بحواب تحفہ اثنا عشریہ“ کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔



جیسا کہ علامہ ذہبی نے اس کی تصریح اپنی کتاب ”الرواة الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب ردہم“ میں کردی ہے اتنے بڑے حنفی امام اور محدث کی توثیق و تصدیق کے بعد عطیہ حنفی کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کسی بھی شبہ کا احتمال ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

چوتھی صدی ہجری کے بڑے محدث حافظ ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین بغدادی نے لکھا ہے:

عطیۃ العوفی لیس بہ بأس، یہ ثقہ ہے اس سے حدیث اخذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تاریخ اسماء الثقات صفحہ ۱۷۲، رقم ۱۰۲۳ طبع الدارالتقویٰ کویت۔)

واضح رہے کہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے کہ آئمہ حدیث کی اصطلاح میں ”لاہاس بہ“ راوی کے ثقہ ہونے کا ہی مفہوم ہے۔ (۱)

نہایت ثقہ اور معتد مورخ محمد ابن سعد بصری نے عطیہ حنفی کے حالات میں لکھا ہے:

وکان ثقة ان شاء الله تعالى وله احاديث صالحة

عطیہ حنفی ”ان شاء اللہ تعالیٰ قابل وثوق ہے اور اس سے مروی احادیث بالکل

درست ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن ۱۳۲۱ھ)

اصح الکتب صحیح بخاری کے شارح علامہ بدرالدین عینی نے فقہ حنفی کی استدلالی کتاب ”طحاوی

شریف“ کے راویوں کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ”مغانی الاختیار من رجال معانی الآثار“ کے نام سے تصنیف فرمائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی تلخیص مولانا رشد اللہ السدی نے ”کشف الاستار عن رجال معانی الآثار“ کے نام سے ایک جلد میں مرتب کی جسے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع

(۱) اگر جس راوی کے بارے میں ”لاہاس بہ“ کہا جائے تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ اس مطلب کو مزید دیکھنے کے لیے ملاحظہ

فرمائیں! تقریب النواوی مع شرحہ نوع ۲۳ صفحہ ۲۳۱ طبع مدینہ منورہ، تہذیب لتغییب التفریب صفحہ ۴۰ از مولانا امیر علی حنفی طبع آبادی طبع نادر کنور۔

الذیوبندی نے اپنے مفید مقدمہ و حواشی کے ساتھ اپنے مرکزی ادارہ ”دار الاشاعت والتدريس دار العلوم الذیوبند“ سے ۱۹۳۰ء کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔

چنانچہ اس مذکورہ کتاب میں امام بدرالدین عینی اور مولانا رشدا اللہ السندی حضرت عطیہ عوفی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

عطیہ بن سعد بن جنادة العوفي الجدلی الکوفي ابو الحسن

صدوق

”عطیہ بن سعد عوفی (روایت حدیث کے باب میں) سچا ہے“

(کشف الاستار صفحہ ۷ طبع الذیوبند)

اور اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق علامہ استاذ احمد محمد شاہ کرنے بھی سنن ترمذی کی شرح میں ان کی بھرپور مدافعت کی ہے اور واضح الفاظ میں کہا ہے:

”لوگوں نے عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے حالانکہ وہ (حدیث کے باب

میں) سچا ہے میرے نزدیک اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور بلاشبہ

امام ترمذی نے اس کی سب سے زیادہ تحسین کی ہے۔“

چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

وعطیة هذا تكلموا فيه كثيراً وهو صدوق وفي حفظه شيء

وعندي ان حديثه لا يقل عن درجة حسن وقد حسن له الترمذی

كثيراً كما في الحديث

(التعليقات على سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۳۳۲ باب ما جاء في صلاة الضحی طبع قاہرہ)

نیز امام ترمذی نے عطیہ عوفی سے مروی اس محولہ بالا باب کی حدیث اور حدیث تھلین کے ذیل میں ان دونوں کو حسن اور بعض دیگر احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حرید برآں احاف کے فقیہ شہیر ابو الحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی کے مایہ ناز شاگرد مولانا امیر علی حنفی طبع آبادی متونی ۱۹۱۹ء مترجم ہدایہ و فتاویٰ مالگیری نے بھی اپنی کتاب تھیب التعریب مطبوعہ حاشیہ

تقریب الہدیہ صفحہ ۲۶۵ طبع نول کشور میں عطیہ عونی کے بارے میں امام ترمذی کی تحسین کو نقل کیا ہے۔

یہ بات ائمہ من القس ہے کہ امام ترمذی کا عطیہ سے مروی حدیث کو ”حسن“ کہنا اس سے مراد سند کا اچھا ہونا ہے خود امام ترمذی نے کتاب ”العلل“ میں اس بات کی تصریح بھی کر دی ہے:

”جہاں ہم ”حدیث حسن“ کہتے ہیں وہاں ہماری مراد سند کا حسن ہونا ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو جس میں کوئی راوی متعمم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو، تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے۔“

اب یہ کہنا کہ عطیہ عونی غیر ثقہ ہے محض تعصب اور تحکم و سینہ زوری ہے ورنہ ان مندرجات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امور ثابت اور واضح و آشکار ہو چکے ہیں کہ عطیہ عونی حدیث کے باب میں ثقہ، صدوق اور نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات کا حامل ہے اس سے مروی احادیث اور روایات عند المحدثین صحیح ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود پھر بھی کوئی بلا تدر و فکر انکار پر مصر رہے تو یہ لا علاج مرض ہے کیونکہ:

۔ مگر نہ ہند روز شہرہ چشم ہشہ آفتاب را چہ گناہ

اکابر علماء اہل سنت جنہوں نے خطبہ فدک کو نقل کیا ہے

ان ہی حقائق کے پیش نظر بہت سے وسیع النظر محققین اور اساطین علم و تحقیق نے کھلے دل سے اس خطبہ فدک کو تسلیم کیا اور اپنی تالیفات میں بلا تکبر اسے نقل کر دیا ہے۔

ذیل میں مزید ان مصنفات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

چنانچہ تیسری صدی ہجری کے معروف ادیب اور مشہور مورخ و محقق ابوالفضل احمد بن ابی طاہر المعروف ابن طیب جو بغداد میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۰ھ میں انتقال فرما گئے آپ اہل سنت کے بلند پایہ محدث ہیں ان کے مزید حالات کے لئے معجم الادباء جلد ۱ صفحہ ۳۸۵، الاعلام للزرکلی جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، فہرست لابن ندیم صفحہ ۱۸۰ وغیرہ کتب رجال کو دیکھا جائے۔

انہوں نے اپنی تاریخی کاوش ”بلاغات النساء“ میں ان خطیبوں کو شامل کرنے کا شرف حاصل کیا

اور تین سلسلوں سے وہ ان کی سند لائے ہیں بلاغات النساء مطبوعہ الطبعة الاولى دارالاضواء بیروت ۱۹۹۹ء اس کی تحقیق و تخریج کا نہایت قابل ستائش کام ڈاکٹر یوسف البقاعی نے کیا ہے یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے چنانچہ مورخ موصوف خطبہ فدک کو بعنوان ”کلام فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کے ذیل میں لائے ہے جو صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۳۰ تک پھیلا ہوا ہے اس خطبہ کی صحت کے لئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے جناب زید شہیدؑ کا یہ بیان لکھا ہے:

رأيت مشايخ آل أبي طالب يروونه عن آبائهم ويعلمونه ابنائهم
 ”میں نے خاندان ابوطالب کے بزرگوں کو اپنے آباؤ اجداد سے یہ خطبہ روایت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ اپنی اولاد کو یہ خطبہ یاد کرواتے تھے“
 اور مورخ ابن طہمور نے یہ جملہ بھی جناب زید شہیدؑ کا ہی ارقام کیا ہے
 وقد حدثني ابي عن جدي يبلغ به فاطمة على هذه الحكاية
 ”اور بے شک مجھے اپنے پدر بزرگوار نے میری جدہ ماجدہ کے حوالے سے یہ خطبہ بیان فرمایا ہے۔“

۲۔ برادران اہلسنت کے ایک اور قابل قدر دانشمند امام ابو بکر احمد بن عبد الحزیز جوہری بغدادی متوفی ۳۲۳ھ کا نام ملتا ہے۔ جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں خاصے تحقیقی کارنامے سرانجام دیے ہیں اور جن کی ایک تصنیف ”السقيفة وفدك“ ہے بحمد اللہ ہمارے کتب خانہ میں اس کا ایک مطبوع نسخہ موجود ہے یہ وہ علمی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں ممتاز عالم عبد الحمید ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنے تاثرات یوں بکیرے ہیں:

وابوبكر الجوهري هذا عالم محدث، كثير الادب، ثقة، ورع
 انني عليه المحدثون ورووا عنه مصنفاته
 ”اور ابو بکر جوہری۔ یہ مانے ہوئے عالم، محدث، ادب آفریں۔ نہایت معتبر اور پرہیزگار بزرگ ہیں۔ سارے محدثین نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے متاع فکر کی روایت کی ہے۔“ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۶ صفحہ ۲۱ طبع مصر)

ان کے علاوہ امام ابو بکر جوہری کی توثیق بہت سی کتب رجال میں موجود ہے لیکن یہ اوراق مزید تذکرہ کے تحمل نہیں ہیں۔

امام جوہری نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۹۷ تا صفحہ ۱۰۵ طبع مکتبہ نبوی المدینہ میں خطبہ فدک کو چار طرق و اسانید سے بیان کیا ہے۔

۳۔ اور علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنی مایہ ناز کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۰ تا صفحہ ۲۳۲ طبع دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۲ء میں حضرت علی المرتضیٰ کے خطبہ میں مروی ”و کانت فی ابیدنا فدک“ کے تحت بڑی شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کی یہ شرح بہت سے اہم اور دقیق مطالب پر مشتمل ہے جس سے بعد میں آنے والے اہل سنت کے علماء نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

۴۔ شہرہ آفاق مورخ احمد بن ابی یحیٰی بن داؤد الکاتب حماسی، یہ تیسری صدی کا مورخ ہے اور بقول علامہ شبلی نعمانی کہ ”اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے اس کی کتاب جو ”تاریخ یعقوبی“ کے نام سے مشہور ہے“ اس کتاب کے صفحہ ۸۶ جلد ۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۶۵ء میں حضرت جول مذراء کے اس احتجاجی خطبے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۵۔ تیسری اور چوتھی صدی کے معروف مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی الشافعی البغدادی ۳۴۶ھ جو بقول شبلی نعمانی کہ ”فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تاریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا“ (القاروق صفحہ ۷)۔

انہوں نے اپنی تصنیف ”مروج الذهب“ جلد اول صفحہ ۳۱۶ المطبعة السعویہ مصر ۱۹۲۷ء میں بعد از وفات خلیفہ روم ہونے والے واقعات اور اس خطبے کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

واخبار من قعد من البيعة ومن بايع وما قالت بنو هاشم وما كان من قصة فدك وما قاله اصحاب النص والاعبار في الامامت وما قالوه في امامة المفضول وغيره وما كان من فاطمة وكلامها متمثلة حين عدلت الى قبر ابيها عليه السلام مما تركنا

ذكره من الاخبار في هذا الكتاب اذ كنا قد اتينا على جميع ذلك
في كتابنا اخبار الزمان والكتاب الاوسط فاغنى ذلك عن ذكره
هاهنا،

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے خاندان بنو ہاشم کا ابو بکر کی بیعت اور
واقعہ فدک کے متعلق مفسرین و مؤرخین کے بیانات امامت اور مفضول کی
امامت کے متعلق ان کی آراء اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کا اپنے بابا رسول خداؐ کی
قبر مبارک پر فریاد کرنا اور جناب فاطمہ زہرا اور ان کے خلبے کا تذکرہ اس کتاب
میں نہیں کیا بلکہ اپنی دوسری تصانیف ”اخبار الزمان“ اور ”کتاب الاوسط“ میں
ہم نے اس کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے۔

ہمیں مؤثق ذرائع سے سموع ہوا ہے کہ علامہ مسعودی شافعی کی محولہ بالا دونوں کتابیں بیروت سے
چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہمیں دستیاب نہ ہو سکیں ورنہ ہم اپنے قارئین کے
لیے انہی کتابوں سے اصل عبارت کو نقل کر دیتے۔

۶۔ دنیائے اسلام کے سیرت نگار ابوالقرج علی بن حسین اصہبانی اموی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی تالیف
”مقاتل الطالبین“ جلد اول صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۳ طبع دار احیاء العلوم بیروت ۱۹۶۲ء میں جناب محسن ابن
عبداللہ ابن جعفر کے حالات میں اس خلبے کی نشاندہی اس طرح کی ہے:

أمه زينب العقيلة بنت علي ابن ابي طالب وأما فاطمة بنت
رسول الله ﷺ والعقيلة هي التي روى ابن عباس عنها كلام
فاطمة ص في فدك فقال: حدثتني عقيلتنا زينب بنت
عليّ۔۔۔ الخ۔

”جناب محسن کی والدہ۔ علیؑ ابن ابی طالب اور رسول کریم کی بیٹی جناب فاطمہ
زہراءؑ کی صاحبزادی حضرت زینب عقیلہ تھیں اور فہم و فراست کی نشانی یہ وہی
زینبؑ ہیں جن کے بارے میں جناب عبداللہ ابن عباس نے کہا تھا کہ:

”حضرت فاطمہؑ کا فدک والا خطبہ مجھے عقلیہ بنی ہاشم جناب نعت بہت علی سے دستیاب ہوا“

۷۔ بلند پایہ محدث اور قائل تعریف مورخ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرافعلی بن عبداللہ بغدادی المعروف سبط ابن جوزی حنفی نزیل دمشق (متوفی ۶۵۳ھ)

اپنی معرکتہ الاراء کتاب ”تذکرۃ العواصم من الامۃ“ صفحہ ۲۸۵ طبع دارالاضواء بیروت ۱۳۰۱ھ میں جناب سیدہؑ کی فصاحت و بلاغت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے آپ کے خطبہ فدک کے ایک خاص حصے کو تحریر میں لائے ہیں

۸۔ عربی ادب کے نامور سکالر امام محمد الدین ابوسادات مبارک المعروف ابن اثیر الجزری متوفی ۶۶۶ھ نے اپنی لغت کی مشہور و متداول کتاب ”النہایہ فی غریب الحدیث والاثار“ جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ المطبعۃ الخیریہ بمصر قاہرہ ۱۳۰۶ھ میں لفظ ”لعمہ“ کی وضاحت میں لغت جگر پیغیر کے خطبے کی جانب بایں الفاظ اشارہ فرمایا ہے:

”لعمہ“ فی حدیث فاطمۃ رضی اللہ عنہا انہا خرجت فی لعمۃ من نسائها تنوطا ذیلہا الی ابی بکر فعاتبتہ ای فی جماعۃ من نسائها،

۹۔ لغت عرب کے امام جمال الدین محمد ابن مکرم افریقی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”لسان العرب“ جلد ۱۲ صفحہ ۵۲۲ طبع دار صادر بیروت ۱۹۹۶ء میں لفظ ”لعمہ“ کی تشریح کے ذیل میں اس خطبے کا اقتباس و نقل کیا ہے جو نہایت کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔

۱۰۔ دور حاضر کے محقق، مورخ اور نقاد ڈاکٹر عبد الفتاح عبدالمقصود المصری نے اپنی گرانمایہ کتاب ”سیدتنا البتول فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا“ جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ تا صفحہ ۳۷۸ طبع مکتبۃ المنھل الکویت بیروت ۱۹۸۲ء میں اس خطبے کو اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

۱۱۔ دمشق کے ایک سوانح نگار معصف علامہ عمر رضا کمالہ نے اپنی کتاب ”اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام“ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ ہاشمیہ دمشق ۱۹۵۹ء میں پورا خطبہ درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۲۔ ماضی قریب کے ایک صائب الرائے اور صحیح فکر دانشور محقق استاد محمد بن حسن الحجی القاسی متوفی ۱۳۷۶ھ اپنی تالیف ”الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی“ جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ الطبعة الاولى مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۶ھ میں زیر عنوان ”سیدتنا فاطمة بنت مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ میں اس خطبہ کی طرف یوں توجہ مبذول فرماتے ہیں:

--- لکن ترجمة فضلها وعقلها وادبها وشعرها وخطبها
وجودها وفقهها خصت بالتأليف وانظر خطبها في كتاب
بلاغات النساء--- الخ

حقیقت حال یہ ہے کہ مؤلف موصوف فقہی مسلک کے لحاظ سے مالکی ہیں اور عقیدے کے اعتبار سے بکے سلفی اہلسنت ہیں جیسا کہ اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ کی ”القسم الرابع“ میں خود فرماتے ہیں:

اما عقيدتي فسنية سلفية اعتقد عن دليل قرآني برهاني ماكان
عليه النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه الراشدون--- مالكي
المذهب ماquam دليل---

اس کتاب کے قاضی محضی استاد عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری نے بھی اس کتاب کے ابتدائی صفحہ پر مؤلف کا یہی مذہب و مسلک تحریر کیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیر نظر کتاب اپنے موضوع پر مرجع اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مؤلف نے کمال درجہ مطالعہ و تحقیق کے بعد بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی توثیق و تصویب فرمائی ہے۔

۱۳۔ زمانہ حاضر کے ایک مشہور سکالر و دانشور استاد توفیق ابوعلم جن کا شمار اہلسنت کے شہیر اور نامور محققین علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیف ”اہل البيت“ صفحہ ۱۵ طبع الطبعة الاولى معروضہ ۱۹۷۹ء اور دوسری کتاب ”فاطمة الزهراء“ صفحہ ۲۱۳ طبع دار الحارف، بصرہ قاہرہ، میں عنوان ”بلاغتها وفصاحتها رضی اللہ عنہا“ کے تحت جناب خاتون جنت کے پورے خطبے کو تحریر کیا ہے۔

مشاہیر علماء شیعہ جنہوں نے خطبہ فدک کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے

مندرجہ بالا تمام تصریحات برادران اسلامی کے معتمد علیہ اور جید علمائے کرام کی تحسین جنہوں نے اپنی تالیفات میں جناب خدوہ کائنات سلام اللہ علیہا کے اس خطبے کو ارقام فرمایا ہے اور اب شیعہ کتب فکر سے وابستہ جن علماء اعلام نے جناب فاطمہ الزہراءؑ کے ان ارشادات کو اپنی تصنیفات میں درج کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں

۱۴۔ اعظم علمائے شیعہ میں سے چوتھی صدی ہجری کے بطل جلیل عالم محمد بن جریر ابن رستم طبری اپنی معرکہ آراء کتاب ”دلائل الامامة الواضحة“ صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۹ طبع نجف ۱۹۶۳ء میں زیر عنوان ”حدیث فدک“ جگر گوشہ امام الانبیاءؑ کے خطاب کو پانچ طرق واسانید کے ساتھ تحریر میں لائے ہیں۔

۱۵۔ رئیس المحدثین ابو جعفر محمد ابن علی یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمۃ متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی ایک بیش بہا تصنیف ”علل الشرائع“ جلد ۲۲۸ صفحہ ۲۲۸ طبع نجف میں موضوع کی مناسبت سے صدیقہ طاہرہ کے اس خطبے سے استنباط فرمایا ہے اور اپنی دوسری کتاب ”معانی الاخبار“ صفحہ ۳۵۴ طبع موسسة الاطمی بیروت میں جناب سیدہ کے ان ارشادات کا پورا متن درج کیا جو آپ نے مدینے کی خواتین کے سامنے فرمائے تھے چونکہ آپ پوری کائنات کی خواتین کے لئے ایسا نمونہ عمل اور اسوہ کامل ہیں کہ مہتاب بھی آپ کے نقوش کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

۱۶۔ چھٹی صدی ہجری کے بلند دانشمند شیخ احمد بن علی بن ابی طالب الطبری نے کتاب ”احتجاج طبری“ میں اس خطبہ کو حسب ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

روی عبد اللہ بن الحسن باسناده عن اباہ علیہم السلام انه لما اجتمع ابو بکر وعمر علی منع فاطمة فدک وبلغها ذلك لانت عمارها علی راسها۔۔۔ الخ

(ملاحظہ فرمائیں: احتجاج طبرسی صفحہ ۶۱ تا صفحہ ۶۵ مطبوعہ المطبعة الرقویہ نجف اشرف ۱۹۳۲ء)

- ۱۷۔ ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شیر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ نے ”مناقب آل ابی طالب“ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ تا صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ قم المقدسہ میں جناب بتول عذراء کے ان ارشادات کو لکھا ہے۔
- ۱۸۔ امام السالکین جناب سید ابن طاووس متوفی ۶۶۳ھ نے بھی اپنی تالیف ”الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف“ صفحہ ۲۶۳ تا صفحہ ۲۶۴ طبع موسسۃ البلاغ بیروت ۱۴۱۹ھ میں بعنوان ”عطبہ فاطمۃ الزہراء فی مجلس ابی بکر“ کے ذیل میں اس خطبے کے اہم حصوں کو پوری سند کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔
- ۱۹۔ ساتویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور شارح نہج البلاغہ شیخ کمال الدین میثم بن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ نے جناب عثمان ابن حنیف کے نام مولائے متکلمان حضرت علی مرتضیٰ کے مکتوب گرامی کی تشریح میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
- ”یہ نہایت طولانی خطبہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے اس کے بعض جملے بھی نقل کیے ہیں۔“

(ملاحظہ ہو: شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی جلد ۵ صفحہ ۱۰۵ طبع بیروت)

- ۲۰۔ ساتویں صدی کے ایک عظیم دانشور علی ابن یسعی اربلی متوفی ۶۹۳ھ اپنی کتاب ”کشف الغمہ“ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ تا صفحہ ۱۱۶ طبع نجف ۱۳۸۵ھ میں اس خطبے کو ابوبکر احمد بن عبدالعزیز بغدادی کی کتاب ”السقیفہ وفدک“ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
- ۲۱۔ علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے اس سرچشمہ نور اور رسول اکرمؐ کی تہیادگار کے انتہائی خوش نما تنوع کے بکھرے ہوئے پھولوں کو جمع کیا اور متعلقہ حوالوں کو بڑی وضاحت سے ”بحار الانوار“ جلد ۶ صفحہ ۱۰۷ طبع بیروت میں رقم فرمایا ہے!
- ۲۲۔ علامہ سید محسن الامین الحسینی العاظمی نے ”اعیان الشیعہ“ جلد ۱ صفحہ ۴۵۹ تا صفحہ ۴۶۳ مطبوعہ دار التعارف للطبوعات بیروت میں دختر خیمبر کے ان احتجاجی فرمودات کو شامل کتاب کرنے کا شرف پایا ہے۔ مذکورہ بالا سطور میں چند مصنفات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے وگرنہ بی بی پاک سلام اللہ علیہا کے ان ارشادات کو اہل فکر و نظر کی ایک بڑی تعداد نے نقل کیا ہے جنہیں خوف طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جا رہا ہے فذلک بحر لا ساحل لہ۔

گر نیاید بکوش حقیقت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

یہ وہ تاریخی حقائق تھے جنہیں اجمالی طور پر ہدیہ قارئین کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت قاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ کے اس تاریخی خطبہ کی وثاقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ واللہ یعول الحق وهو یهدی السبیل۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملک آفتاب حسین جوادی

☆☆☆

حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام
کا
خطبہ فدک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
 عَلٰی مَا اَنْعَمَ
 وَلَہُ الشُّکْرُ
 عَلٰی مَا اَلْهَمَّ
 وَالتَّشَاءُّ بِمَا قَدَّمَ مِنْ
 عُمْوْرِ نِعَمٍ اِنْ شَءَ اَمَّا،

ہمام خدائے رحمن و رحیم
 ثنائے کامل ہے اللہ کے لیے ان نعمتوں
 پر جو اس نے عطا فرمائیں۔
 اور اس کا شکر ہے اس سمجھ پر جو اس
 نے (اچھائی اور برائی کی تمیز کے لیے)
 عنایت کی ہے۔ (۱)
 اور اس کی ثنا و توصیف ہے ان نعمتوں پر
 جو اس نے چٹکی عطا کی ہیں۔ (۲)

۱۔ علی ما الهم: الہام انسان کے نفس کے اندر ایک ایسی طاقت کا نام ہے جس کے ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس طاقت کو حجت باطنی کہتے ہیں نیز اسے عقل اور وجدان بھی کہا جاتا ہے۔ کبھی ہم اسے ضمیر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ انسانی ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے خیر و شر، پاکیزگی و پلیدی، فسق و فجور اور تقویٰ کا ادراک اور فہم دو بیعت فرمادی ہے۔ اسی لئے یہ نفس اچھائی کی طرف بلانے والے اور برائی سے روکنے والے کی آواز پہچان لیتا ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّيْنَاهَا فَأَلْهَمَهَا
 فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (شعر ۸۰)

اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے
 اسے معتدل کیا پھر اس نفس کو اس کی
 بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ عطا فرمائی

۲۔ وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ سوال کے بغیر از خود عنایت فرماتا ہے۔ دعائے رجبیہ میں آیا ہے:

يَا مَنْ يَعْطِيهِ مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ وَمَنْ لَمْ
 يَعْرِفْ

اے وہ ذات جو اسے بھی عنایت فرماتا
 ہے جس نے نہ سوال کیا، نہ اس نے

پہچان لیا۔



وَسُبُّوْغِ الْاٰلِہٖ اَسَدٰہَا،
 وَتَمَامِ رِسَالِہٖ وَالْاَمَّا،
 جَمْعُہٗنِ الْاِحْصَاءِ عَدَدُہَا،
 وَنَآئِ عَنِ الْجَزَاہِ
 ان ہمہ گیر نعمتوں پر جن کے عطا کر
 نے میں اس نے پھل کی۔ (۳)
 اور ان نعمتوں کی فراہمی میں توازن کے
 ساتھ فراوانی فرمائی۔
 اور یہ نعمتیں دائرہ شمار سے وسیع تر
 ہیں (۴)
 اور ان کے ادائے شکر کی حدود تک
 رسائی بہت بعید ہے (۵)
 اور (انسان) ان کی بے پایانی کا
 ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ (۶)

تشریح کلمات

سبوغ: فراوان۔

جم: زیادہ۔

نای: دور۔

ندب: نکارا۔ دعوت دی۔

۳۔ وہ نعمتیں جو تمام انسانوں کیلئے یکساں طور پر محتایت فرماتا ہے۔

۴۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

وَان تَعْلَمُوْا نِعْمَہٗ اللّٰہِ لَا تَحْصُوْہَا
 اَکْرَمَ اللّٰہِ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ
 کر سکو گے۔ (سورہ آیت)

۵۔ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے تو ان نعمتوں کا حق ادا کرنا یقیناً ممکن نہیں ہے۔ یعنی کسی محدود
 عمل سے لامحدود نعمتوں کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔

۶۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن کی گہرائی اور ان کی اچھائی حدود انسان کے احاطہ ادراک میں نہیں آ سکتیں۔
 بہت سی نعمتوں سے آج کا انسان آشنا ہے مگر کل کے انسان آشنا نہ تھے۔ اسی طرح انسانی ادراکات کا
 سلسلہ جاری رہے گا مگر ان نعمتوں کی آخری حدود تک پہنچنا ممکن نہیں۔



نعمتوں میں اضافہ اور تسلسل کیلئے لوگوں کو شکر کرنے کی ہدایت کی۔ (۷)

حرم کا حکم اس لئے دیا کہ نعمتوں میں فراوانی ہو ایسی نعمتوں کی طرف مکرر دعوت دی (جو خود بندوں کے لیے مفید ہیں)۔ (۸)

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

(کلمہ شہادت) ایک ایسا کلمہ ہے کہ اخلاص (درعمل) کو اس کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (۹)

وَقَدْ بَهَّم لِمَسْتَزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ

لِاتِّصَالِهَا

وَأَسْتَحْمَدُ إِلَى الْخَلَائِقِ بِاجْتِزَائِهَا

وَقَفَى بِالشُّكْرِ إِلَى أَمْتَالِهَا۔

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ

لَا شَرِيكَ لَهُ،

كَلِمَةً جَعَلَ الْإِخْلَاصَ تَأْوِيلَهَا،

تشریح کلمات

اجزاء - فراوانی۔

نسی، الثنی؛۔ مکرر۔

۷۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

لَعَنَ شُكْرَكُمْ لَزِيدَكُمْ (۱) اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا

نعمتوں پر شکر کرنا اطلاق قدروں کا مالک ہو سکی دلیل ہے ایسے لوگ ہی نعمتوں کی قدر دانی کرتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

شکر النعمة اجتناب المحارم و حرام چیزوں سے اجتناب ہی نعمت کا شکر

تمام الشکر قول الرجل: الحمد ہے اور شکر اس وقت پورا ہو جاتا ہے جب

للہ رب العالمین (ابراہیم ۷) بندہ یہ کہہ دے: الحمد للہ رب العالمین۔

۸۔ یعنی نیک اعمال کی دعوت دی تاکہ اس قسم کی نعمتیں آخرت میں بھی میسر آئیں۔

۹۔ یعنی: ایک خدا پر ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ دوسرے خود ساختہ خداؤں سے بے نیاز ہو کر صرف



وَمَنْعَ الْقُلُوبِ مَوْئِلَهَا،
 کلمہ توحید کے ادراک کو دلوں میں
 جاکرین فرمایا۔ (۱۰)
 وَأَنَارَ فِي الثَّفَنِ مَعْقُولَهَا،
 اور اس کے ادراک کے ذریعے
 ذہنوں کو روشنی بخشی۔
 الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْإِبْصَارِ نُورِيَّتُهُ،
 نہ وہ نگاہوں کی (محدودیت) میں آسکتا
 ہے۔ (۱۱)

اس قادر لایزال کے ساتھ وابستہ ہو۔ توحید عقیدتی کا لازمی نتیجہ توحید عملی ہے اور عمل میں توحید پرست ہونے
 یعنی صرف اور خاصۃً اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی صورت میں موجد جبرائیل جیسے مقتدر فرشتہ کو بھی احتیاج
 نہیں لانا۔ چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ آتشِ نرود میں جاتے وقت جبرائیل نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا تھا
 کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:
 اما اليك فلا
 آپ سے نہیں۔

۱۰۔ ماہرینِ نفسیات کی تحقیق میں یہ بات سامنے آگئی ہے:
 ”معرفتِ الٰہی فطری ہے اس سے پہلے وہ ذوقِ جمالات، انسان دوستی اور علم دوستی
 ہی کو فطری تصور کرتے تھے۔“

اب معلوم ہوا ہے کہ خدا پرستی ہر انسان کی فطرت اور جبلت میں موجود ہے، البتہ خدا پرستی کے خلاف
 حقیقی اثرات کی وجہ سے بہت سے لوگوں میں فطرت کے یہ تقاضے ابھر کر سامنے نہیں آتے، چنانچہ انسان
 دوستی ایک فطری امر ہونے کے باوجود بعض لوگوں پر منفی اثرات مترتب ہونے کی وجہ سے انسان دوستی کی
 جگہ وہ انسان دشمنی پر اتر آتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ حاسہ بصر کی محدودیت میں نہیں آسکتا بلکہ رؤیتِ خدا کا تصور ہی شانِ الٰہی میں گستاخی ہے۔ اسی
 لئے اللہ تعالیٰ علانیہ دکھانے کے مطالبے پر قومِ موسیٰؑ پر عذاب نازل ہوا جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں اس
 طرح آیا ہے:

فَقَالُوا ارْأِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ
 انہوں نے کہا: ہمیں علانیہ طور پر اللہ دکھا دو
 الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (نساء: ۱۵۳)
 ان کی اسی زیادتی کی وجہ سے انہیں بجلی نے
 آگیا۔



اور نہ ہی زبان سے اس کا وصف بیان
ہو سکتا ہے۔

اور وہم و خیال اس کی کیفیت کو سمجھنے
سے قاصر ہے۔

ہر چیز کو لاشیٰ سے وجود میں لایا (۱۲)
اور کسی نمونے کے بغیر ان کو ایجاد کیا۔

اپنی قدرت سے انہیں وجود بخشا
اور اپنے ارادے سے ان کی مخلیق
فرمائی۔ (۱۳)

ان کی ایجاد کی اسے ضرورت تھی۔

وَمِنَ الْآلِیِّیْنَ

صِفَتُهُ،

وَمِنَ الْأَوْثَمَامِ كَيْفِیَّتُهُ۔

إِبْتَدَعَ الْأَشْیَاءَ لَا مِنْ شَيْءٍ ۖ

عَانَ قَبْلَهَا،

وَأَنْشَأَهَا بِلَا أُخْتِذَ أَمْثَلُهَا،

كَوْنَهَا بِعَدْوَرَتِهِ وَذَرَعَهَا بِعَشِیَّتِهِ،

مِنْ غَیْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَى تَكْوِیْنِهَا،

تشریح کلمات

الاحتنا: پیروی کرنا۔

ذرا: خلق کرنا۔

۱۲۔ عدم سے وجود دینے کو خلق ابدائی کہتے ہیں اس معنی میں صرف اللہ تعالیٰ خالق ہے جبکہ اجزائے موجودہ کو
ترکیب دینے کو بھی تخلیق کہا جاتا ہے، اس سے غیر اللہ بھی متصف ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے
بارے میں ہے:

وَ اِذْ تَعْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَيْئَةِ الطَّیْرِ
بِاِذْنِی۔ (سورہ مائدہ ۱۱۰)

کا پتلا۔

۱۳۔ ان اشیاء کی ایجاد و تخلیق پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ صرف ہوا ہے۔ حتیٰ کہ کاف و نون
بھی خرچ نہیں ہوا بلکہ کن فیكون انسان کے فہم کے لیے صرف ایک تعبیر ہے۔
چنانچہ روایت میں آیا ہے:

فَارَاهُ الْكَلِمَةَ الْفَعْلَ لَا غَيْرَ ذَلِكَ
بِقَوْلِ لَهْ كُنْ فَيَكُونُ بِلَا لَفْظٍ وَلَا
نَطْقٍ بِلِسَانٍ (الکافی ۱۰۹/۱)

ارادۂ خدا فعل خدا ہے جب وہ کن کہتا ہے
وہ بغیر کسی لفظ اور زبانی نطق سے ہوتا
ہے۔

نہ ان کی صورت گری میں اس کا کوئی
مفاوہ تھا (۱۴)

وہ صرف اپنی حکمت کو آشکار کرنا چاہتا تھا
اور طاعت و بندگی کی طرف توجہ دلانا
چاہتا تھا

اور اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا
اور مخلوق کو اپنی بندگی کے دائر میں لانا
چاہتا تھا

اور اپنی دعوت کو استحکام دینا چاہتا تھا
پھر اس نے اپنی اطاعت کو باعث ثواب
اور معصیت کو موجب عذاب قرار دیا
تاکہ اس کے بندے اس کی غضب
سے بچے رہیں۔

اور اس کی جنت کی طرف گامزن رہیں (۱۵)

وَلَا مَرَادَ لَهُ فِي تَصْوِيرِهَا،

إِلَّا تَفْهِيمًا لِحِكْمَتِهِ

وَتَنْبِيْهَا عَلَى طَاعَتِهِ،

وَأَظْهَارًا لِقُدْرَتِهِ

وَتَعْبُدًا لِبَرِيَّتِهِ

وَأَعْزَازًا لِعَدْوَتِهِ،

ثُمَّ جَعَلَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ

وَوَضَعَ الْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَّتِهِ

ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنِ نِقْمَتِهِ

وَحَيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔

تشریح کلمات

ذیادۃ: خود سے رفع کرنا، دور کرنا۔

حیاشۃ: چلانا، گامزن کرنا۔

۱۴۔ اشیاء اپنے وجود اور اپنے بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ان اشیاء کا محتاج نہیں ہے مگر ان اشیاء کو
وجود دے کر اللہ اپنی کسی ضرورت کو پورا نہیں کر رہا، بلکہ ان مخلوقات کی خلقت کی غرض و غایت خود مخلوقات
کی ارتقا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی انسانیت کیلئے معراج ہے کیونکہ بندگی کمال کے
ادراک کا نتیجہ ہے اور کمال کا ادراک خود اپنی جگہ ایک کمال ہے لہذا اطاعت و بندگی انسان کے لئے ارتقاء
ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمت و وجود کے ساتھ بے شمار نعمتیں عنایت فرمائیں ہیں ہماری طرف سے اللہ کی



وَأَشْهَدُ أَنَّ إِبْنِي مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ،
إِخْتَارَهُ وَانْتَجَبَهُ قَبْلَ أَنْ أُرْسَلَ ،
وَمَعَاهُ قَبْلَ أَنْ اجْتَبَاهُ ،
اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدر
محمد اللہ کا عبد اور اس کے رسول ہیں ،
اللہ نے ان کو رسول بنانے سے پہلے
انہیں برگزیدہ کیا تھا
اور ان کی تخلیق سے پہلے ہی ان کا نام
روشن کیا۔ (۱۶)

تشریح کلمات

انتخبہ: برگزیدہ کیا
اجتبلہ: اس کو خلق کیا

طاعت سے تو ان نعمتوں کا بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ طاعت پر ثواب بھی
مرحمت فرماتا ہے اور اپنی جنت کی دائمی زندگی عطا فرماتا ہے۔ یعنی دنیا کی چند روزہ طاعت کے عوض ابدی
ثواب عطا فرماتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں: طاعت کے ایک لمحے کے مقابلے میں جنت میں ابدی زندگی
عطا فرماتا ہے۔

۱۶۔ چنانچہ تفسیر و تحریف کے باوجود آج بھی توریت و انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری
کے بارے میں تصریحات موجود ہیں۔

توریت استثنا ۱۸-۵۱ میں مذکور ہے:

”خدا دے! تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے
میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو۔“

انجیل یوحنا میں آیا ہے:

”اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مدگار ”فارقلیط“ بخشے گا جو
ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”فارقلیط“ یونانی لفظ ہے اس کا تلفظ PARACLETE ہے اس سے مراد ہے عزت یا مدد دینے والا اس کا دوسرا
تلفظ ”فیرقلیط“ ہے اور یونانی تلفظ PERICLITE ہے جس سے مراد عزت دینے والا بلند مرتبہ اور بزرگوار ہے جو
محمد اور محمود کے قریب المسمیٰ ہے۔



اور مبعوث کرنے سے پہلے انہیں منتخب کیا
جب مخلوقات ابھی پردہ غیب میں
پوشیدہ تھیں
وحشت ناک تاریکی میں گم تھیں
اور عدم کے آخری حدود میں دہکی ہوئی
تھیں۔

اللہ کو (اس وقت بھی) آنے والے
امور پر آگئی تھی
اور آئندہ رونما ہونے والے ہر واقعہ پر
احاطہ تھا۔
اور تمام مقدرات کی جائے وقوع کی
شناخت تھی۔ (۱۷)

وَأَمْطَفَاهُ قَبْلَ أَنْ ابْتَعَثَهُ ،
إِذِ الْخَلَائِقُ بِالْغَيْبِ مَكْنُونَةٌ
وَبِسْطَرِّ الْأَسَاوِيلِ مَصُونَةٌ
وَبِنِهَآيَةِ الْعَدَمِ مَقْرُونَةٌ ،
عِلْمًا مِّنَ اللَّهِ تَعَالَى
بِمَآئِلِ الْأُمُورِ
وَإِحَاطَةً بِحَوَادِثِ الدَّهُورِ
وَمَعْرِفَةً
بِمَوَاقِعِ الْمَقْدُورِ۔

تشریح کلمات

مکنون: پوشیدہ۔

مایل الامور: انجام پانے والے امور۔

۱۷۔ اللہ کا علم معلوم کے وجود پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ معلومات کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر
احاطہ علم رکھتا تھا۔ کیونکہ اللہ کے لئے بعد قیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے علم
کے لئے زمانہ حائل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا علم زمانی نہیں ہے۔ اس کے علم کے لئے ماضی اور مستقبل
کیاں ہے۔

چنانچہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

عالم اذلا معلوم و رب اذلا
مربوب و قادر اذلا مقدور
(نہج البلاغہ ۹/۱۳۷)
وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کوئی معلوم
موجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جب
کوئی مربوب نہ تھا، اور اس وقت بھی قادر
تھا جب کوئی مقدور نہ تھا۔

اللہ نے رسول کو اپنے امور کی تکمیل اور
اپنے دستور کے قطعی ارادے اور حتمی
مقدرات کو عملی شکل دینے کے لیے
مبعوث فرمایا۔ (۱۸)

رسول خدا نے اس وقت اقوام عالم کو
اس حال میں پایا کہ وہ دینی اعتبار سے
فروق میں مٹی ہوئی ہیں
کچھ اپنے آئندوں میں منہک
اور کچھ بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف
معرفت کے باوجود اللہ کی منکر تھیں (۱۹)

اِبْتَعَثَ اللَّهُ اِسْمَاعَلاً لِامْرِئِهِ
وَعَزِيْمَةً عَلٰى اِمْضَاءِ حُكْمِهِ
وَإِنْفَادِ اِلْمَقَادِيْرِ حَتْمِهِ ،
فَرَأٰى الْاُمَمَ
فِرَقًا فِىْ اَدْيَانِهَا ،
عُكْفًا عَلٰى نِيْزَانِهَا ،
عَابِدَةً لِاَوْثَانِهَا ،
مُتَكَبِّرَةً لِلّٰهِ مَعَ عِزْفَانِهَا ،

تشریح کلمات

عکفا: منہک، ملتزم
اوٹان: وثن کی حج۔ بت

۱۸۔ حضرت رسالت اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے امور الہی کی تکمیل ہوئی، احکام خداوندی کا نفاذ ہوا
اور مقدرات حتمی کو عملی شکل مل گئی۔ اس کا یہ واضح مطلب ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر تکمیل
امر الہی ہیں وہ مظہر ارادۂ خداوندی ہے انہیں کے ذریعہ مقدرات الہی مرحلہ علم سے مرحلہ وجود میں آتے
ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خُلِقَتِ الْاَفْلَاكُ
اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان
کو بھی خلق نہ کرتا۔ (بخاری الانوار ۱۵/۲۷۷)

۱۹۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اسی مطلب کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

واهل الارض يومئذ ملل متفرقة
واهواء منتشرة و طرائق متشتتة،
بين مشبه لله بخلقہ او ملحد فی
اس وقت کرۂ ارض کے ہاشمے متفرق
قوموں میں بے ہوئے تھے منتشر خیالات
اور مختلف راہوں میں سرگرداں تھے کچھ اللہ
کو مخلوق کے مانند سمجھتے تھے کچھ لہ و مگر
تھے اور کچھ غیر اللہ کی طرف رجوع تھے



پس اللہ تعالیٰ نے میرے والد گرامی محمدؐ
کے ذریعے اندھیروں کو اجالا کر دیا
اور دلوں سے ابہام کو
اور آنکھوں سے تیرگی کو دور کر دیا
(میرے والد نے) لوگوں کو ہدایت کا
راستہ دکھایا
اور انہیں گمراہوں سے نجات دلائی۔
آپ انہیں اندھے پن سے بینائی کی
طرف لائے
نیز آپ نے استوار دین کی طرف ان
کی راہنمائی کی۔
راہ راست کی طرف انہیں دعوت دی
پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا
شوق و محبت اور اختیار و رغبت کے ساتھ
نیز (آخرت کی) ترفیع و ترجیح کے
ساتھ۔ (۱۹)

فَاَنَارَ اللّٰهُ بِاٰتِيْ مُحَمَّدٍ ظُلُمَهَا
وَعَشَمَتْ عَنْهُ الْقُلُوْبُ بُهْمَهَا
وَجَلَّىٰ مِّنَ الْاَبْصَارِ غُمَمَهَا
وَقَامَ فِي النَّاسِ بِاِلْهَادِ اَيِّهَا
فَاَنْقَذَ مُرُوْمَ الْغَوَايَةِ
وَبَيَّنَّ لَهُمُ مِنَ الْعَمَايَةِ
وَمَهْدًا مُّرَآئِي الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ
وَدَعَا مُرَآئِي الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ
شَرَّ قَبْضَهُ اِلٰهِيًّا
قَبْضَ رَافِقٍ وَاخْتِيَارٍ
وَرَعْبَةٍ وَاِيْشَادٍ

تشریح کلمات

بُھم : ابہام

عُثم : حیرانی، راہ نہ پانا۔

کرنے والے تھے ایسے حالات میں اللہ نے
محمدؐ کے ذریعہ ان کو گمراہی سے ہدایت بخشی اور
ان کے ذریعہ انہیں جہالت سے بچالیا۔

⇒ اسمہ او مشیر الی غیرہ فہدیہم
من الضلالۃ و انقذہم بمکانہ من
الجمالۃ۔ (نج البلاغہ)

۱۹۔ ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے از راہ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وصال کو
اختیار فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ہار گاہ
میں جانے کو اختیار فرمایا ہو، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عزرائیل کسی کی روح قبض کرنے کے لئے اجازت ۛ

اب محمدؐ دنیا کی تکلیفوں سے آزاد ہیں۔
مقرب فرشتے ان کے گرد حلقہ بگوش
ہیں۔

آپ ربؐ غفار کی خوشنودی
اور خدائے جبار کے سایہ رحمت میں
آسودہ ہیں۔

اللہ کی رحمت ہو اس کے نبی امین پر
جو ساری مخلوقات سے منتخب و پسندیدہ
ہیں۔

اور اللہ کا سلام اور اس کی رحمت اور
برکتیں ہوں آپ پر۔

پھر اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں اور
فرمایا:

اللہ کے بندو! تم ہی تو اللہ کے امر و نہی
کے علمدار ہو،

اللہ کے دین اور اس کی وحی (کے
احکام) کے ذمے دار ہو۔

تم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو،
دیگر اقوام کے لئے (اس کے دین
کے) بھی مبلغ تم ہو۔ (۲۰)

فَمَحَمَّدٌ مِنْ نَعَبِ هَذِهِ الدَّارِ فِي رَاحَةٍ

قَدْ حُفَّتْ بِالْمَلَائِكَةِ الْإِبْرَارِ

وَرِضْوَانِ الرَّبِّ الْغَفَّارِ

وَمُجَاوَرَةِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ وَآمَيْنَ بِهِ

وَخَيْرَ رَتَبِهِ مِنَ الْخَلْقِ وَصَفِيَّتِهِ

وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

ثُمَّ التَّفَقُّتُ إِلَى أَهْلِ الْمَجْلِسِ وَقَالَتْ:

أَنْتُمْ عِبَادُ اللَّهِ مُصْطَبُ أَمْرِهِ وَتَهْنِئِهِ

وَحَمَلَةُ دِينِهِ وَوَحْيِهِ ،

وَأُمَنَاءُ اللَّهِ عَلَى أَنْفُسِكُمْ

وَبُلْغَاءُهُ إِلَى الْأُمَمِ ،

☞ نہیں مانگتے لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے موقع پر آپ سے اجازت طلب کی
اور حضورؐ کی اجازت سے قبض روح عمل میں آیا۔

۲۰۔ احکام خداوندی اور وحی الہی کے پہلے مخاطبین وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست
احکام سنتے تھے۔ ان پر یہ فرض بھی عائد ہوتا تھا کہ وہ ان احکام کو پوری دیانتداری سے حفظ کر کے دوسرے

اس کی طرف سے برحق رہنا تمہارے
درمیان موجود ہے۔ (۲۱)

اور تم سے عہد و پیمان بھی پہلے سے لیا
جا چکا ہے۔ (۲۲)

زَعِيْمُوْحَقِّ لَهٗ فَيَمُكْمُرْ

وَعَهْدٌ قَدْ مَهٗ اِلَيْكُمْ

⇒ لوگوں تک امانتداری سے پہنچا دیں۔ چنانچہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

فليبلغ الشاهد الغائب
حاضر لوگ غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔

البتہ ان احکام کو حفظ کرنے اور امانتداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے میں سب لوگ یکساں نہ
تھے۔ کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سننے تو تھے لیکن کچھ سمجھنے کے اہل نہ تھے چنانچہ قرآن
کیم اس کی یوں گواہی دیتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰى
اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ
اُوْتُوْا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اَنْفَاۗءُ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاۗءَهُمْ (سورہ محمد آیت ۲۶)

اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو
آپؐ (کی باتوں) کو سننے ہیں لیکن جب
آپؐ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو جنہیں
علم دیا گیا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ اس
(نبیؐ) نے ابھی کیا کہا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن
کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی
خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی طرح فرمودات رسول کو پوری امانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے کے فریضے پر بھی لوگ یکساں

طور پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ یہاں حرید بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

۲۱۔ زعیم حق سے مراد حضرت علیؓ کی ذات ہو سکتی ہے۔ لہٰذا کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف چلتی ہے یعنی اللہ کی طرف
سے وہ ذات بھی تمہارے درمیان موجود ہے جس کی زعامت اور قیادت مبنی برحق ہے۔

۲۲۔ اس عہد سے مراد وہ عہد ہو سکتا ہے جو غدیر خم کے موقع پر لوگوں سے لیا گیا۔ چنانچہ غدیر خم کے موقع پر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان من کنت مولاه فهذا علی مولاه بہت سے جلیل القدر اصحاب رسولؐ اور
تابعینؓ کی متواتر روایت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ ظاہر ہے ایک لاکھ کے مجمع نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی
تھی تو حضرت زہراؓ کے زمانے میں یقیناً ایسے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جنہوں نے رسول اللہؐ سے یہ
حدیث سنی تھی۔

آپ نے ایک (گرامہ) ذخیرے کو
تمہارے درمیان جانشین بنایا (۲۳)
اور اللہ کی کتاب بھی ہمارے درمیان
موجود ہے۔

یہ اللہ کی ناطق کتاب
سچا قرآن،
چمکتا نور،

اور روشن چراغ ہے
اس کے دروس عبرت واضح
اور اس کے اسرار و رموز آشکار
اور اس کے ظاہری معانی روشن ہیں۔
اس کے ہر دوکار قابل رشک ہیں (۲۴)

وَبَقِيَّةُ امْتَحَانِهَا عَلَيْكُمْ
وَمَعَائِكَ كِتَابُ اللَّهِ
كِتَابُ اللَّهِ السَّاطِعُ،
وَالْقُرْآنُ الْمُنَادِي،
وَالنُّورُ السَّاطِعُ،
وَالضِّيَاءُ الْلَامِعُ،
بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ،
مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ،
مُتَجَلِّيةٌ ظَوَاهِرُهُ،
مُغْتَبِطَةٌ بِهٖ أَمْثِيَالُهُ،

۲۳۔ یہ ایک متواتر حدیث عقلین کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: [انسی تبارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی] یہ حدیث بھی متحدہ صحابہ کرام اور تابعین کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ برصغیر کے محقق علی الاطلاق علامہ میر حامد حسین لکھنویؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب دو ضخیم جلدوں میں ”صحبات الانوار“ کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔

۲۴۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مروی ہے:

قرآن سب سے بڑی فضیلت اور سب
سے بڑی سعادت ہے جو اس کے ذریعے
روشنی طلب کرے اللہ اسے نور کر دیتا ہے
اور جو اپنے معاملہ کو قرآن سے وابستہ
کرے اللہ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اس
سے متسلک ہو اللہ اسے نجات دیتا ہے۔

والفضيلة الكبرى والسعادة العظمی
من استضاء به نوره الله ومن عقد به
امره عصمه الله ومن تمسك به انقلده
الله
(بحار الانوار ۳۸/۸۹)

قَائِدٌ إِلَى الرِّضْوَانِ اِسْبَاعُهُ ،
 مُؤَدِّ إِلَى النِّجَاةِ اِسْتِمَاعُهُ ،
 بِه تَنَالُ حُجَجِ اللّٰهِ الْمُتَوَرِّدُ
 اس کی چھری رضوان کی طرف لے
 جاتی ہے۔ (۲۵)
 اسے سنتا بھی ذریعہ نجات ہے۔ (۲۶)
 اس قرآن کے ذریعے اللہ کی روشن
 دلیلوں کو پایا جاسکتا ہے۔ (۲۷)

۲۵۔ قرآن مجید کا اجراع مؤمن کو مقام رضوان پر فائز کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ سورہ توبہ آیت ۷۲ میں جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن کے ذکر کے بعد یوں فرمایا گیا ہے:

ورضوان من اللہ اکبر
 ذلك هو الفوز العظيم
 اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ان سب
 سے بڑھ کر ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن سے بھی بڑھ کر ہے۔ ممکن ہے ”اکبر“ سے مراد اکبر من کل شئی ہو یعنی جنت کی تمام نعمتیں خواہ کتنی عظیم کیوں نہ ہوں رضائے رب کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور ممکن ہے اکبر من ان یوصف ہو یعنی اللہ کی خوشنودی کی نعمت توصیف و بیان کی حد سے بڑھ کر ہے۔ مؤمن جب جنت میں رب رحیم کے جوار میں اس کی خوشنودی کی پرسکون اور کیف و سرور کی فضا میں قدم رکھے گا تو اس کے لئے ایک لمحہ بھی وصف و بیان سے بڑھ کر ہوگا۔

۲۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب تمام اعمال میں سب سے زیادہ ہے۔ پیغمبر اسلامؐ سے حدیث ہے: احب الاعمال الى اللہ الحال المرتحل حضرت امام زین العابدینؑ سے جب پوچھا گیا تو یہی فرمایا کہ بہترین عمل الحال المرتحل (الحدیث ص ۲۹۹) ہے یعنی قرآن کی تلاوت شروع کر کے ختم کرنا۔ اسی طرح قرآن کی تلاوت کا سننا بھی کار ثواب ہے۔ بلکہ جب تلاوت قرآن کی آواز آ رہی ہو تو اسے توجہ سے سننا بھی موجب ثواب ہے

واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا
 لعلکم ترحمون (سورہ اعراف آیت ۲۰۳)
 جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنا کرو اور
 خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی روشن دلیلیں جس کے پاس ہوں وہ یقیناً کامیاب و کامران ہے۔ چنانچہ جب قل فقللہ الحجة البالغة کا مطلب حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک بندہ سے سوال فرمائے گا کہ تو دنیا میں عالم تھا یا جاہل؟ اگر جواب دے کہ میں عالم تھا تو فرمائے گا: پھر تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اگر کہے جاہل تھا تو فرمائے گا کہ تم نے علم حاصل کیوں نہیں کیا تاکہ تم اس سے



وَعَدَاثُ الْمُفْسِرَةِ	بیان شدہ واجبات کو، (۱۸)
وَمَحَارِمُ الْمُحَدَّرَةِ	منع شدہ محرمات کو،
وَبَيِّنَاتُ الْجَالِيَةِ	روشن دلائل کو،
وَبَرَاهِينُ الْكَافِيَةِ	اطمینان بخش براہین کو،
وَقَضَائِلُ الْمُنْذُوبَةِ	مستحبات پر مشتمل فضائل کو، (۱۹)
وَرُخَصُ الْمُؤَهَّوْبَةِ	جائز مباحات کو،
وَسَرَائِعُ الْمُحْتَوْبَةِ	اور اس کے واجب دستور کو پایا جاسکتا ہے۔
فَجَعَلَ اللَّهُ الْإِيمَانَ	اللہ نے ایمان کو شرک سے تمہیں پاک کرنے کا، (۲۰)
تَطْهِيرًا لَكُمْ مِنَ الشِّرْكِ	نماز کو تمہیں تکبر سے محفوظ رکھنے کا، (۲۱)
وَالصَّلَاةَ تَزِينُهَا الْكُوفُ عَنِ الْكِبْرِ	

⇒ پر عمل کرنا؟ یہی حجت بالغہ ہے جو اللہ اپنے بندے پر قائم فرماتا ہے۔ اگر انسان قرآنی تعلیمات حاصل کر کے اس پر عمل کرے تو اس صورت میں حجت اور دلیل اس کے پاس ہوتی ہے۔ (امالی شیخ طوسی صفحہ ۹)

۲۸۔ (عزائم) فرائض اور واجبات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ”رخص“ آتا ہے جو مباحات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں رخص بھی ہیں اور عزائم بھی واجبات کا ذکر ہے اور مباحات کا بھی۔ مثلاً

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا جو حلال و پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دی

طیبا (۸۸:۵) ہے اسے کھاؤ۔

۲۹۔ اس جملے کا دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ”اس کی طرف سے دعوت شدہ فضائل کو“ ممکن ہے مندوب کا مطلب مستحبات ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مندوب لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہو یعنی ”دعوت شدہ“

۳۰۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ غیر اللہ پر تکیہ کرنا سراسر ایمان کے منافی ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان اور غیر اللہ پر بھی جن سے شرک لازم آتا ہو یہ دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جہاں ایمان باللہ کمزور ہو جاتا ہے تو وہاں غیر اللہ پر بھروسہ کے لئے محتاج نش کھل آتی ہے۔ لیکن جب ایمان پختہ ہو تو ایسی آلودگیوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

۳۱۔ نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا عملی اعتراف ہے۔ جب بندہ خدا کی کبریائی کا معترف ہو جائے تو اپنی کبریائی

وَالزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَتَمَازِي فِي الرِّزْقِ ،
 وَالصِّيَامَ تَنْشِيطًا لِلْإِحْلَاصِ ،
 وَالْحَجَّ تَشْيِيدًا لِلدِّينِ ،
 وَالْعَدَلَ تَنْشِيطًا لِلْمُلُوبِ ،

زکوۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق میں
 اضافے کا، (۳۲)
 روزہ کو اخلاص کے اثبات کا، (۳۳)
 حج کو دین کی تقویت کا،
 عدل و انصاف کو دلوں کو جوڑنے کا،

⇒ کا تصور نہیں کر سکتا لہذا ہماری تکبیر کی پیاری میں جلا نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

ولنأفئ ذلك من تعفیر عتاق
 الوجوه بالتراب تواضعاً والتصاق
 كرائم الحوارج بالارض تصافراً
 (نج البلاغہ)

اور ہمارے غلاموں پر چروں کو خاک پر
 رکھنے میں تواضع ہے اور اہم اعضاء کو زمین
 پر رکھنے میں فروتنی ہے۔

۳۲۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم
 و تزكهم
 (سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)

اے رسول آپ ان کے اموال میں سے
 صدقہ لیجئے اس کے ذریعہ آپ ان کو
 پاکیزہ اور با برکت بنائیں۔

یعنی زکوۃ وصول کر کے ان کو بخل، طمع، بے رحمی اور دولت پرستی جیسے برے اوصاف سے پاک کریں۔
 وتنزكية: یعنی سادگی، ہمدردی اور ایثار و قربانی جیسے اوصاف کو پروان چڑھانا۔ اس طرح زکوۃ اوصافِ رذیلہ کی
 تطہیر اور اوصافِ حمیدہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ واضح رہے کہ زکوۃ "انفاق" ایک عنوان ہے اس کی کئی اقسام ہیں
 مثلاً فطرہ، مالی کفارہ، عشر، خمس، صدقہ واجب اور صدقہ مستحب۔ البتہ فقہی اصطلاح میں زکوۃ کا لفظ معینہ نصاب پر
 مامور ہونے والے مالی حقوق کے ساتھ مختص ہے۔

۳۳۔ عبادات میں روزہ اخلاص کی خصوصی علامت اس لئے ہے کہ باقی عبادات کا مظاہرہ عملاً ہوتا ہے جن میں
 ریاکاری کا امکان رہتا ہے مگر روزہ دار کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے روزے کی حالت
 میں کچھ کھایا یا نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الصوم لی وانا اجزی بہ
 (البنی ارنیس کاشانی ج ۳ ص ۵۶ طبع تہران)

روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی
 جزا دوں گا۔

ہماری اطاعت کو امت کی ہم آہنگی کا، (۳۳)

ہماری امامت کو تفرقہ سے بچانے کا، (۳۵)

جہاد کو اسلام کی سر بلندی کا، (۳۶)

ممبر کو حصول ثواب کا،

وَطَاعَتَنَا نِظَامًا لِلْمِلَّةِ

وَأَمَانَةً أَمَانًا لِلْمُتَرَقَّةِ،

وَالْجِهَادَ عِزًّا لِلْإِسْلَامِ،

وَالصَّبْرَ مَعُونَةً عَلَى اسْتِجَابِ الْأَجْبِ،

۳۳۔ اطاعتنا: ہماری اطاعت۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کی اطاعت مراد ہے جیسا کہ فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله و
اطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور
رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو
باطل نہ کرو۔ (سورہ محمد آیت ۳۲)

۳۵۔ اگر امت اسلامیہ ائمہ اہل بیت کی امامت پر مجتمع ہو جاتی تو اس امت میں تفرقہ وجود میں نہ آتا۔ امت محمدیہ میں جو بھی تفرقہ وجود میں آیا ہے وہ بنی ہاشم کے ساتھ محض حسد و عداوت کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے کہ جب مکہ میں عبد اللہ بن زہر کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا یہ موقف بنا کہ رسالت آپ پر درود بھیجنے سے کچھ لوگوں کی ناک اونچی ہوتی ہے اس لئے میں درود نہیں بھیجتا اس قسم کے کئی واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت تفرقہ اور ہلاکت سے محفوظ رہنے کا سبب ہے چنانچہ اہل بیت کا اہل زمین کے لئے امان ہونے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً فرمایا: اہل بیت سفینہ نوح کے مانند ہیں، اہل ارض کے لئے امان اور بابِ حلہ ہیں۔

(ملاحظہ ہو: موائع عرقہ ابن حجر کی صفحہ ۷۸ طبع قاہرہ)

۳۶۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جہاد برائے دعوت اسلام۔ ۱۱۔ جہاد برائے دفاع۔

جہاد برائے دعوت میں امام کی اجازت شرط ہے۔ امام خاص شرائط کے تحت دعوت کے لئے جہاد کا حکم صادر فرماتے ہیں اور جہاد برائے دفاع اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب دشمن کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ اس میں اذن امام شرط نہیں ہے اور یہ جہاد ہر ایک پر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام جہاد کے بارے میں فرماتے ہیں: واللہ ما صلحت دین ولا دنیا الا بہ "قسم بخدا دین اور دنیا کی بہبودی صرف جہاد ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔"

وَالْأَشْرِبَ الْمَعْرُوفِينَ مَصْلَحَةً لِلْعَامَّةِ ،
وَبِرَّ الْوَالِدَيْنِ وَقَابِلَةً مِنَ السَّخَطِ ،
وَمِثْلَةَ الْأَنْعَامِ وَمِثْلَةَ فِي الْعُمُورِ
وَمِثْلَةَ لِلْعَدَدِ ،

امر بالمعروف کو عوام کی بھلائی کا، (۳۷)
والدین پر احسان کو قہر الہی سے بچنے
کا، (۳۸)
صلہ رحمی کو درازی عمر اور افرادی کثرت
کا، (۳۹)

تشریح کلمات

سخط : ناراض ہونا۔

منمأة : رشد اور نمو۔

۳۷۔ امر بالمعروف اور نہی از منکر اصلاح معاشرہ کے لئے اسلام کا ایک ذرین اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں ایک متوازن سوچ کا حامل ہاشعور معاشرہ وجود میں آتا ہے، جس میں کسی ظالم کو ظلم کرنے اور کسی استحصالی کو استحصال کرنے کا موقع نہیں ملتا کیونکہ ایک آگاہ اور ہاشعور معاشرہ ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بصورت دیگر ایک تاریک اور شعور سے خالی معاشرے میں ہر قسم کی ظالم اور استحصالی قوتوں کے لیے کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ حدیث میں مروی ہے: تم اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر کے عمل کو ترک کرو گے تو تم پر ایسے ظالم لوگ مسلط ہو جائیں گے جن سے نجات کے لئے تم دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

۳۸۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

من اسخط والدیه اسخط اللہ
ومن اغضبہما فقد اغضب اللہ
جس نے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ
کو ناراض کیا اور جس نے والدین کو خصہ
(متدرک الوسائل) دلایا اس نے اللہ کو خصہ دلایا۔

۳۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ
وَالْأَرْحَامَ (نساء/۱)
اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک
دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں
کے بارے میں بھی (خوف کرو)۔

اس آیت مبارکہ میں صلہ رحمی کو خوف خدا کے ذکر کے ساتھ رکھا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت کا

اندازہ ہوتا ہے۔

وَالْقَصَاصَ حَقَّنَا لِلذِّمَاءِ ،
وَالْوَفَاءَ بِالنَّذْرِ تَعْرِضُنَا لِلْمَغْفِرَةِ ،
وَتَوْفِيَةَ الْمَعَاذِيلِ وَالْمَوَازِينِ
تَغْفِيرًا لِلْبُخْسِ ،
وَالنَّهْيَ عَنِ شُرْبِ الْخَمْرِ
تَنْزِيهَا عَنِ الرِّجْسِ ،
قصاص کو خون کی ارزانی روکنے کا، (۴۰)
وفا بالنذر کو مغفرت میں تأثیر کا،
پورے ناپ تول کے حکم کو کم فروشی
سے بچنے کا،
شراب نوشی کی ممانعت کو آلودگی سے
بچنے کا، (۴۱)

تشریح کلمات

حقن : محفوظ رکھنا، روکنا۔

بخس : کم دینا۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی
الالباب (بقرہ/۱۷۹)
اے صاحبان عقل! تمہارے لئے قصاص
میں زندگی ہے۔

یعنی قانون قصاص کے ذریعے قتل کا عمل رک سکتا ہے۔ اس طرح اس قانون کے نفاذ سے تمہاری
زندگیاں محفوظ ہو جائیں گی۔ چنانچہ اسلام کا قانون قصاص نافذ نہ ہونے کی وجہ سے بعض قبائل میں آج بھی قتل
کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۴۱۔ شراب کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد پر لعنت بھیجی ہے:

لعن رسول اللہ فی الخمر عشرة
غارسها و حارسها و عاصرها ،
وشاربها و ساقیها و حاملها ،
والمحمول لہ و بايعها و مشتريها
و اكل ثمنها
وہ دس افراد یہ ہیں: اس کی ذراعت کرنے
والا، اس کی حفاظت کرنے والا، اس کو کشید
کرنے والا، اس کو پینے والا، اس کو پلانے
والا، اس کو حمل و نقل کرنے والا، اس کو
وصول کرنے والا، اس کو فروخت کرنے
والا، اس کو خریدنے والا اور اس کی قیمت
کھانے والا۔
(الکافی ۴/۲۹۶)

جس شخص میں بھی یہ خصائل پائے جائیں وہ اس لعنت کا مستوجب قرار پاتا ہے۔



بہتان تراشی سے اجتناب کو نفرت سے
بچنے کا، (۴۲)

چوری سے پرہیز کو شرافت قائم رکھنے
کا،

اور شرک کی ممانعت کو اپنی ربوبیت کو
خالص بنانے کا ذریعہ بنایا۔

اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو جیسا
کہ اس کا خوف کرنے کا حق ہے اور
جان نہ دینا مگر اس حال میں کہ تم مسلم

ہو۔ (سورہ آل عمران ۱۰۳)

اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور
جن چیزوں سے روکا ہے ان میں اللہ
کی اطاعت کرو کیونکہ بندوں میں سے
صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

پھر فرمایا:

لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں
فاطمہ ہوں۔ (۴۳)

اور میرے پدر محمد ہیں۔

وَاجْتَنَابِ الْقَذْوِ جِجَابًا عَنِ اللَّغْوِ

وَتَرْكِ السَّرْقَةِ إِيْجَابًا لِلْعِفَّةِ،

وَحَرَمِ اللَّهِ الشِّرْكَ إِخْلَاصًا لِّ

بِالرَّبُّوبِيَّةِ،

(فَاتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ

إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ)

وَاطِيعُوا اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ وَتَوَاجَّزُوا

فِيْهِ (إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ

الْعُلَمَاءُ

ثُمَّ قَالَتْ:

أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنِّي فَاطِمَةُ

وَأَبِي مُحَمَّدٍ

۴۲۔ تہمت لگانے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورہ نور آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا:

جو لوگ بے خبر پاک دامن مؤمنہ عورتوں پر

تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں

لعنت ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

ان الذین یسرّمون المحصنات

الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا

و الآخرة ولهم عذاب عظیم

۴۳۔ اصحاب کو علم تھا کہ فاطمہ کون ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی منزلت و

عظمت اور فضائل کے بارے میں بہت سے فرامین سن چکے تھے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿

میرا حرف آخر وہی ہوگا جو حرف
اول ہے۔

میرے قول میں غلطی کا شائبہ تک نہ ہو
گا (۴۴)

اور نہ میرے عمل میں لغزش کی آمیزش
ہوگی۔

أَقُولُ عَوْدًا وَبَدَوًا وَلَا أَقُولُ

مَا أَقُولُ غَلَطًا،

وَلَا أَفْعَلُ مَا أَفْعَلُ سَطَطًا،

تشریح کلمات

شطط : حق سے دوری۔

فاطمہ میرا کرا ہے جس نے اس کو ناراض
کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

فاطمہ میرا کرا ہے جو چیز فاطمہ کو اذیت
دے اس سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔
فاطمہ میرا کرا ہے جس چیز نے فاطمہ کو
اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔
جس نے فاطمہ سے دشمنی کی اس نے مجھ
سے دشمنی کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

⇒ الفاطمة سيدة نساء العالمين و

سيدة نساء اهل الجنة۔ فاطمة

بضعة منى من اغضبها اغضبني

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷۱، ۵۷۲ طبع ہاشمی برطانیہ)

انما فاطمة بضعة منى يوذنى ما

آذاها (صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۹۰ طبع نول کثور)

فاطمة بضعة منى يوذنى ما اذاها

و ينصبني ما انصبها هذا حديث

حسن صحيح

(سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع دیوبند)

۴۴۔ امام حاکم نے مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ طبع حیدرآباد دکن میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل
کی ہے:

ما رأيت احد كان اصدق لهجة

منها الا ان يكون الذی ولدها

میں نے فاطمہ سے راست گو کسی کو نہیں

دیکھا۔ ہاں صرف ان کے والد کو مستثنیٰ کیا

جاسکتا ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں اس پر صحت کا حکیم یوں لگایا ہے: ⇒



لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ
مَزِيدٌ عَلَيْهِ مَاعَيشَتُمْ حَرِيصٌ
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ

تحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے
ایک رسول آیا ہے۔ تمہیں تکلیف میں
دیکھنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری
بھلائی کا نہایت خواہاں ہے۔ اور مؤمنین
کیلئے نہایت شفیق و مہربان ہے۔

(سورہ توبہ آیت ۱۱۸) (۴۵)

رَوْفٌ رَّحِيمٌ
فَإِنْ تَعَاوَيْتُمْ وَتَعَارَفْتُمْ تَجِدُوا
إِنِّي دُونَ نِسَابِكُمْ
وَ أَخَا ابْنِ عَمِّي دُونَ رَجَالِكُمْ
وَلِنَعْمَ الْمُعْزَى إِلَيْهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اس رسول کو اگر تم نسب کے حوالے
سے پہچانا چاہے ہو تو وہ میرے باپ
ہیں تمہاری عورتوں میں سے کسی کا
نہیں۔
وہ میرے چچا زاد (علیؑ) کے بھائی
ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کا
نہیں۔
یہ نسبت کس درجہ باعث افتخار ہے۔
اللہ کی رحمت ہوان پر اور ان کی آل پر۔

تشریح کلمات

عنّت : مشقت۔

تعزو: نسبت دینا۔

﴿ هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ﴾
یہ حدیث مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔
(المسند رک التام ج ۳ ص ۱۶۱ طبع دکن)

۴۵۔ اس آیت مبارکہ کے ذریعے سیدۃ کونین سلام اللہ علیہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ میں اس رسولؐ کی بیٹی ہوں جسے
تمہیں تکلیف میں دیکھنا شاق گزرتا تھا۔ آج اس نبیؐ کی بیٹی تکلیف میں ہے لیکن تمہیں اس کی پروا نہیں۔ وہ تمہاری
بھلائی کا نہایت خواہاں تھے اور مؤمنین کے لئے نہایت شفیق و مہربان تھے۔ لیکن آج اس نبیؐ کی بیٹی کا کوئی ہمدرد نظر
نہیں آتا۔



فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِالْإِذَارَةِ
 مَا بَلَغَ عَنْ مَذْجَةِ الْمُشْرِكِينَ
 صَارِباً ثَبَجَهُمْ أَخْذاً بِأَكْطَابِهِمْ
 دَاعِياً إِلَى سَبِيلِ رَبِّهِ بِالْحِكْمَةِ
 وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ،
 يَكْسِرُ الْأَصْنَامَ وَيُنْكِتُ الْهَامَ
 حَتَّى انْتَهَزَ الْجَمْعُ وَلَوْ الذُّبُرَ

رسولؐ نے اللہ کے پیغام کو واضح و
 انداز میں صحبیہ کے ذریعے پہنچایا۔ (۳۶)
 آپؐ نے مشرکین کی راہ و روش کو پس
 پشت ڈالتے ہوئے ان پر کرشمہ
 ضرب لگا کر ان کی گردنیں مروڑ دیں
 پھر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ
 اپنے رب کی طرف بلایا۔
 بتوں کو پاش پاش کر دیا اور طاغوتوں کو
 اس طرح سرگوں کیا کہ وہ شکست کھا
 کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو
 گئے۔

تشریح کلمات

صادعاً، الصدع: کھلے طور سے اظہار کرنا۔
 ملرجہ : راہ، مرکز۔

ثبج : ہر چیز کا درمیانی حصہ۔ کاندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ۔
 ینکت : سر کے بل گرائنا۔

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو نذیر و بشیر بنا کر بھیجا یعنی صحبیہ کرنے والا اور بشارت دینے والا۔ ان دونوں
 میں سے صحبیہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ صحبیہ کا مقصد خطرے سے بچانا ہے۔ خطرات سے بچنے کے بعد بشارت
 کی نوبت آتی ہے اس لئے فرمایا:

وقل انی انذیر المبین
 کہدیتجئے: میں واضح طور پر صحبیہ کرنے والا
 ہوں۔ (سورہ حجر آیت ۸۹)

واوحی الی هذا القرآن لانذرکم
 بہ ومن بلغ
 یہ قرآن بذریعہ وحی مجھ پر نازل کیا گیا ہے
 تاکہ میں اس کے ذریعے تمہاری صحبیہ کروں
 اور اس کی بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔ (سورہ انعام آیت ۱۹)

یہاں تک کہ شب و بچور میں صبح امید
کی روشنی پھیل گئی
اور حق اپنی بے آمیزی کے ساتھ ٹکڑے کر
سامنے آ گیا

اور دین کے پیشوا نے زبان کھولی (۴۷)
اور شیاطین کی زبانوں کو لگام دے
دی۔

نفاق کی بے وقعت جماعت بھی ہلاک
ہو گئی۔

اور کفر و شقاوت کے بند ٹوٹ گئے،
چند معزز فائدہ کش ہستیوں کی معیت میں
تم کلمہ توحید کا اقرار کرنے لگے، (۴۸)
جبکہ تم آگ کے گھرے کے دہانے پر تھے

حَتَّى تَقْرَأَ اللَّيْلُ عَنْ صُبْحِهِ

وَأَسْفَرَ الْحَقُّ عَنْ مَخْضِهِ

وَنَطَقَ زَعِيمُ الدِّينِ

وَحَبَّرَسَتْ مَشَقَّاشِقُ الشَّيَاطِينِ

وَطَاحَ وَشَيْظُ النِّفَاقِ

وَانْحَلَّتْ عَقْدُ الْكُفْرِ وَالشِّقَاقِ،

وَفُتِّمْتُ بِكَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ

فِي نَفْسٍ مِنَ الْبَيْضِ الْخِصَامِ.

وَكُنْتُمْ عَلَى مَفَاخُضَةٍ مِنَ النَّارِ

تشریح کلمات

تقرئ: پڑھنا، الفری: کاٹنا چیرنا۔

طاح: ہلاکت۔

فُتِّمْتُ: تم نے اقرار کیا، زبان پر لایا۔

عصا: گرسنہ حکم، زاہد۔

الهام: بزرگان قوم۔

مشقاشق: شہسوار کی جمع اونٹ کا بلبلانا۔

وشیظ: بے وقعت جماعت۔

بیض: سفید رنگ ہستیاں۔ یعنی معززین۔

۴۷۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے اپنی زبان گوہر افشاں سے دنیائے انسانیت کے لئے دستور حیات اور آئین زندگی
بیان فرمائے جس سے انسانیت بلوغت کے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ آپؐ نے دنیا کو تہذیب سکھائی اور تمدن دیا۔

۴۸۔ وہ زہد و تقویٰ کی بیکر ہستیاں جو دنیا کی تمام آلائشوں سے بے نیاز تھیں اور اکثر اوقات قافے میں رہتی
تھیں۔ وہ کون ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت اطہارؑ کے افراد ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ علیہ السلام
اہلبیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿

تم (اپنے دشمنوں کے مقابلے میں) پیٹنے والے کے لئے گھونٹ بھر پانی، طبع و لالچ والے (استعار گروں کے لیے) ایک تر نوالہ، جلدی بجھ جانے والی چنگاری اور قدموں کے نیچے پامال ہونے والے خس و خاشاک تھے (یعنی اس سے زیادہ تمہاری حیثیت نہ تھی۔) (۳۹)

مَذْقَةُ الشَّارِبِ
وَنَهْزَةُ الطَّامِعِ
وَقُبْسَةُ الْعَجَلَانِ
وَمَوْطِئُ الْأَقْدَامِ۔

تشریح کلمات

مذقہ: گھونٹ بھر پانی۔

نہزہ: فرمت۔

قُبْسہ: معمولی شعلہ۔

ہم دعائم الاسلام وولائج
الاعتصام بهم عاد الجق فی
ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ
نصابہ و انزاح الباطل عن مقامہ
آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس
و انقطع لسانہ عن منبتہ
کی زبان جڑ سے کٹ گئی۔
(نسخ البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۹ مطبوعہ مصر)

۳۹۔ چنانچہ مولائے مہمیان حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

والدنیا کاسفۃ النور ظاهرة الغرور
علی حین اصفرار من ورقها و
رسالتہا جب مبعوث ہوئے تو اس وقت
دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب
کاریاں کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے
چوں میں زروی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں
سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں نہ نشین ہو
گیا تھا، ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔
ہلاکت کے پرچم کھلے ہوئے تھے اس کا پھول
فقد تھا اور اس کی غذا مردار تھی، اندر کا لباس
خوف باہر کا پہتاوا نکوار تھا۔
والدنیا کاسفۃ النور ظاهرة الغرور
علی حین اصفرار من ورقها و
ایاس من ثمرها و اغوارار من مائها
قد درست منار الهدی و ظهرت
اعلام الردی فہی متحہمة لا ہلہا
عابسة فی وجہ طالبہا ثمرها الفتنة
و طعمامہا الحیفة و شعارہا
العوف و دثارہا السیف
(نسخ البلاغہ خطبہ نمبر ۸۷)۔

تَمَّ كَيْجُزْ وَالْهَ بَدُوْدَارِ پَانِی سَہِ پِیَاسِ
بَجَہَاتَہِ تَہِ،
اُور گھاس پھونس سَہِ بھوک مٹاتَہِ تَہِ۔
تَمَّ (اس طَرَحِ) ذَلَّتْ وَخَوَارِی مِیْنِ زَمَدِگِی
بَسَرِ کَرَتَہِ تَہِ۔ (۵۰)
تَمَہِیْنِ ہِمِشَہِ یَہِ کُھنکا لگا رَہتا تھا کہ اُس
پاس کَہِ لوگ تَمَہِیْنِ کَہِیْنِ اچک نہ لَیْنِ۔
ایسَہِ حَالَاتِ مِیْنِ اللہ نَہِ تَمَہِیْنِ مُحَمَّدِ کَہِ
ذَرِیَعِ نَجَاتِ دَی۔ (۵۱)

تشریح کلمات

الطرق: قلعن والا پانی۔ اونٹ کے پیشاب سے ملا ہوا پانی۔ تقناتون: قوت سے یعنی غذا۔
حلسین، حلسی: ذلیل۔ ينخطفکم، الخطف: اچک کر لے جانا، اغوا کرنا۔
انقذ: نجات بخش۔

۵۰۔ اس بات کو مولائے متقیان حضرت علیؑ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

ان اللہ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نذیراً للعالمین و
امیناً علی التزیل و انتم معشر العرب علی شردہن و فی شردار
منیخون بین حجارة حشن و
حیات صم، تشربون الکمر و
تاکلون الحشب و تسفکون
دمائکم و تقطعون ارحامکم
اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
تمام جہانوں کو حسیہ کرنے والا اور اپنی وحی
کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب اس
وقت تم بدترین دین پر اور بدترین کمروں
میں تھے۔ کمردے پتھروں اور زہریلے
سانپوں میں تم یوہ پاش رکھتے تھے۔ گدلا
پانی پیچے تھے اور بدترین غذا کھاتے تھے۔
اپنا خون بہایا کرتے تھے اور قطع رحمی کرتے
تھے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۶ طبع مصر)

۵۱۔ اشارہ سورہ انفال کی آیت نمبر ۲۶ کی طرف ہے، جس میں فرمایا: ﴿

(اس سلسلے میں) انہیں زور آوروں،
عرب بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب کا
مقابلہ کرنا پڑا۔

دشمن جب بھی جگ کے شعلے بھڑکاتے
اللہ انہیں بچا دیتا۔

جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا
مشرکین میں سے کوئی اڑدھام نہ کھولتا،
رسول اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے
حلق کی طرف آگے کرتے تھے۔

اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو
اپنے پیروں تلے پامال کیے بغیر
اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرد کیے
بغیر نہیں لوٹتے تھے۔ (۵۲)

وَبَعْدَ أَنْ مَضَىٰ بِبَنِي إِسْرَٰءِيلَ
وَذُؤْبَانَ الْعَرَبِ وَمَرَدَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْعَرَبِ
أَطْنَمَهَا اللَّهُ

أَوْ نَجَسَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ فَعَرَتْ
فَافْرَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

قَدَّتْ أَحْيَاةٌ فِي لَهَوَاتِهَا

فَلَا يَنْكُفَىٰ حَتَّىٰ يَلْأَ صَمَاحَهَا
يَاخْتَصِمُ

وَيُخَيِّمُ لَهَا بِسَيْفِهِ

تشریح کلمات

مُنَى: دوچار ہونا پڑا۔
بہم الرجال: زور آور لوگ
مردہ: سرکش نجم: ظاہر ہونا
فغرت: فاغرة، منہ کھولنے والا۔
لہوات: حلق کا دھانا۔
لاینکفی: نہیں لوٹتے تھے
صماخ: کان کے سوراخ پر مارنا۔
اخصص: تلوے کا وہ حصہ جو زمین سے نہ لگے پورا قدم بھی مراد لیتے ہیں
اعتماد: خاموش کرنا۔

وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تمہیں زمین
میں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تمہیں خوف رہتا تھا کہ
کہیں لوگ تمہیں اپک کر نہ لے جائیں تو اللہ
نے تمہیں پناہ دی اور اپنی قدرت سے تمہیں
تقویت پہنچا دی اور تمہیں پاکیزہ روزی عطا کی
تاکہ تم شکر کرو۔

وَإِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا مُّسْتَضْعِفُونَ
فِي الْأَرْضِ تَعَاوَنُ أَنْ يَمْحَقَكُمْ النَّاسُ
فَأَوَّاكُمْ وَأَعِدَّ كُفْرًا بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ
الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

۵۲۔ اس سلسلہ میں خود حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ﴿

مَعَكُودُوا فِي ذَاتِ اللَّهِ،
مُجْتَبِهْدُا رِئَا أَمْرَ اللَّهِ،
قَرِيبَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ،
وہ راہ خدا میں جانفشانی،
اللہ کے معاملے میں مجاہد (۵۳)،
رسول اللہ کے نہایت قریبی (۵۴)

تشریح کلمات

مکدود: کتہ سے اسم مفعول جاں فشانی۔

وَلَقَدْ وَاسَيْتَهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ
الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْإِبْطَالُ وَتَتَأَخَّرُ
فِيهَا الْأَقْدَامُ (نَجِّ الْبَلَاءِ خُطْبَةُ ۱۹۵)
میں نے پیغمبر کی مدد ان موقعوں پر کی جن
موقعوں پر بہادر بھی ہماگ کھڑے ہوتے
تھے اور قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔
علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نَجِّ الْبَلَاءِ میں جنگ احد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”جنگ احد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زخمی ہو گئے تو لوگوں نے کہا:
محمدؐ شہید ہو گئے۔ اس وقت مشرکین کے ایک لشکر نے دیکھا کہ پیغمبرؐ ابھی زندہ ہیں
چنانچہ وہ حملہ آور ہوئے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ اس لشکر کو مجھ سے دور کرو۔
علیؑ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اسی طرح دوسرے اور
تیسرے لشکر نے پھر رسولؐ اللہ پر حملہ کیا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے علیؑ! اس لشکر کو
مجھ سے دور کرو۔ علیؑ نے اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اور دور بھاگ دیا۔ رسولؐ اللہ
نے فرمایا: اس موقع پر جبرائیل نے مجھ سے کہا: علیؑ کا یہ دقلع حقیقی مواساة اور مدد
ہے۔ میں نے جبرائیل سے کہا: ایسا کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے
ہوں۔ جبرائیل نے کہا: میں آپ دونوں سے ہوں۔“

۵۳۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کے جسم اطہر پر صرف احد کی جنگ میں اسی (۸۰) زخم ایسے لگ گئے تھے
کہ مرہم زخم کی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جاتا تھا۔
۵۴۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث تمام اسلامی مکاتب فکر کی بنیادی کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

[لِحْمِكَ لِحْمِي وَدَمُكَ دَمِي۔ اَنْتَ مَنِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى۔ عَلِيٌّ
مَنِي وَ اَنَا مِنْهُ]

مَسْجِدًا فِي أَوْلِيَاءِ اللَّهِ
 اور اولیاء اللہ کے سردار تھے۔ (۵۵)
 مُشِيرًا، نَاصِحًا، مُجِدًّا، كَاوْحًا،
 وہ (جہاد کیلئے) ہمہ وقت کمر بستہ، امت
 کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک (اور)
 رَاحَةً فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَا يُعْرَفُ،
 راہ حق میں جھاکش تھے۔
 وَأَنْتَرَفِي رَفَاهِيَّةٍ مِنَ الْعَيْشِ،
 راہ خدا میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ
 نکر تم ان دنوں عیش و آرام کی زندگی
 بِرُحْمَةٍ،
 نہیں کرتے تھے۔
 وَأَدْعُونَ فَاكِهُونَ أَوْسُونَ
 نیز سکون اور خوشی میں امن و امان کے
 تَتَرَبِّصُونَ بِمَا الدَّوَائِي
 ساتھ رہتے تھے۔
 وَتَتَوَكَّمُونَ الْأَخْبَارَ
 تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر
 مصیبتیں آئیں
 اور تمہیں بری خبریں سننے کو ملیں۔

تشریح کلمات

مُشِيرًا: کپڑے کو پٹریوں سے اوپر اٹھانا۔
 نَاصِحًا: کادح: جھاکش۔
 مُجِدًّا: وادعون: آسودہ۔
 كَاوْحًا: فاکھون: ہنسی حراج۔
 تَرَبِّصُونَ: تریص: انتظار۔
 الدَّوَائِي: دوائر: مصائب۔
 الْأَخْبَارَ: تَوَكَّمُونَ: توقع رکھتے تھے۔

۵۵۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۴۳ مطبوعہ بیروت میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ کے بارے میں فرمایا:

یا انس اسکب لی وضوءاً فصلی
 اے انس! وضو کے لئے پانی فراہم کرو۔ پھر
 رکعتین ثم قال یا انس یدخل
 آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا: اے
 علیک من هذا الباب امیر
 انس! اس دروازے سے تیرے پاس وہ شخص
 المؤمنین و سید المرسلین وقائد
 آئے گا جو مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار
 الغر المحجلین و خاتم الوصیین
 اور روشن چہرے والوں کے رہنما اور خاتم
 اوصیاء ہوگا۔

وَتَكْمُونَ عِنْدَ الْغَزَا

تم جنگ کے وقت پہپائی اختیار کرتے
تھے اور لڑائی میں راہ فرار اختیار کرتے
تھے۔ (۵۶)

وَيَغْرُونَ مِنَ الْقِتَالِ

پھر جب اللہ نے اپنے نبی کے لئے
مسکن انبیاء اور برگزیدہ گان کی قرار گاہ
(آخرت) کو پسند کیا۔

فَلَمَّا اخْتَارَ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ اَنْبِيَآئِهِ

وَمَا وُيْ اَصْوَفِيَآئِهِ

تشریح کلمات

نکص: پہپائی اختیار کی۔

نزال: مقابلہ۔ جنگ کا۔

۵۶۔ تاریخ کے ادنی طالب علم پر بھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام کی فیصلہ کن جنگوں میں کن لوگوں نے راہ فرار اختیار کی۔ قرآن کریم نے بھی اس بات کو اپنے صفحات پر اس انداز میں ثبت کیا ہے کہ بھاگنے والوں کے لیے عذر کی گنجائش باقی نہ رہے فرمایا:

اذ تصعدون ولا تلوون على احد
والرسول يدعوكم في اعراكم
جب تم چڑھائی طرف بھاگے جا رہے تھے اور
کسی کو پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے حالانکہ
رسول تمہارے پیچھے تمہیں پکار رہے تھے۔
(سورہ آل عمران آیت ۱۵۳)

اس آیت میں والرسول يدعوكم ”رسول تمہیں پکار رہے تھے“ کا جملہ شاہد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار سن رہے تھے۔ اگر نہ سنتے تو يدعوكم کی تعبیر اختیار نہ فرماتا۔
یوم حنین کے بارے میں فرمایا:

لقد نصركم الله في مواطن كثيرة
ويوم حنين اذا عجزتكم كثرتمكم
فلم تغن عنكم شيئاً وضائق
عليكم الارض بما رحبت ثم
وليتم مدبرين
حقیق اللہ بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کر
چکا ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری
کثرت نے تم کو غرور میں مبتلا کر دیا تھا مگر وہ
تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا اور زمین اپنی
وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ
پھر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔
(سورہ توبہ آیت ۲۵)



تو تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے
نکل آئے (۵۷)

اور دین کا لبادہ تار تار ہو گیا۔
ضلالت کی زبائیں چلنے لگیں۔
بے مایہ لوگوں نے سراٹھانا شروع کیا،
اور باطل کے سرداروں نے گرجنا
شروع کر دیا۔ (۵۸)
پھر وہ دم ہلاتے ہوئے تمہارے
اجتماعات میں آ گئے۔

ظَهَرَ فِيكُمْ حَسِيكَةُ النِّفَاقِ

وَسَمَلٌ جَلْبَابُ الدِّينِ

وَنَظَقَ كَاطِمُ الْعَاوِيْنَ

وَتَبَعَ حَامِلُ الْأَقْلِيْنَ

وَهَدَرَ فَنِيْقُ الْمُبْطِلِيْنَ فَخَطَرَ

فِي عَرْمَاتِكُمْ

تشریح کلمات

حسیکہ: کانٹا۔ سمل: بوسیدہ ہو گیا۔

جلباب: قمیص، چادر۔ نبغ: نبوغ ظاہر ہونا۔

حامل: گناہم پست آدمی۔ ہدر: گرجنا، اونٹ کا بلبلانا۔

فنیق: سردار۔ نراونٹ۔ خطر: دم ہلایا۔

۵۷۔ صحیح بخاری کتاب الدیات میں حسب ذیل حدیث مروی ہے:

عن ابن عمر انه سمع النبی يقول: لا

ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم

رقاب بعض

میرے بعد تم کافر مت بنو کہ ایک دوسرے

کی گردن مارو۔

ابو ذرؓ اپنے دادا حضرت جریرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

انصت الناس ثم قال: لا ترجعوا بعدی

کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض

لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا: میرے بعد کافر مت

بنو کہ ایک دوسرے کی گردن مارو

۵۸۔ حضرت علیؓ نے بھی اس وقت کے حالات پر اسی قسم کا تبصرہ فرمایا ہے: ۞



شیطان بھی اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور
تمہیں بکارنے لگا۔

اس نے تمہیں اس دعوت پر لیک کہتے
ہوئے پایا۔

اور اس کے مکرو فریب کے لیے آمادہ و
منتظر پایا۔

پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے
لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے
اٹھتے دیکھا۔

وَاطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ

مَغْرَزِهِ هَاتِفًا بِكُمْ،

فَالْفَاكُمُ لِدَعْوَتِهِ مُسْتَجِيبِينَ

وَالْغَدْرَ فِيهِ مَلَاحِظِينَ،

ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ

خِفَانًا

تشریح کلمات

مغرز: ڈسنے کی جگہ۔ کمین گاہ۔

الفاکم: پایا تم کو۔

الغرة: دھوکہ۔

تمہیں چھپانا چاہتے کہ تمہارے لیے وہی
اٹھا پھر پلٹ آیا ہے جو رسول کی بشت کے
وقت موجود تھا۔ اس ذات کی قسم جس نے
رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تم ہری
طرح دھوکا دیا کہیے جاؤ گے اور اس طرح
چھپانے جاؤ گے جس طرح چھپتی سے کسی چیز
کو چھپانا جاتا ہے اور تم اس طرح غلط ملط
کہیے جاؤ گے جس طرح (بچے سے) ہڈیا۔
یہاں تک تمہارے ادنیٰ لوگ اٹل اور اٹل
لوگ ادنیٰ ہو جائیں گے جو پیچھے تھے وہ
آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے
رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔

الا وان بليتكم قد عادت كهيته

يوم بعث الله نبيكم صلى الله عليه و

آله وسلم والذي بعثه بالحق لتبليّن

ببللة وتغريلن غريلة وتساطن سوط

القدر حتى يعود اسفلكم اعلاكم و

اعلاكم اسفلكم وليسبقن سابقون

كانوا اقصرروا وليقصرن سابقون كانوا

سبقوا (نسخ البلاغ خطبہ اربعہ ص ۱۷)



اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب میں آ گئے۔

تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹوں پر لگا دیے (۵۹)

اور اپنے گھاٹ کی جگہ دوسروں کے گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش کی۔ (۶۰)

یہ تمہاری حالت ہے جبکہ ابھی عہد رسول قریب ہی گذرا ہے، ذمہ گہرا ہے (۶۱) اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔

ابھی رسولؐ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت سے کام لیا۔

وَاحْمَسْكُمْ فَالْفَاكُمُ
غَضَاباً،

فَوَسَمْتُمْ غَيْرَ اٰيِلِكُمْ

وَوَرَدْتُمْ غَيْرَ مَشْرَبِكُمْ هٰذَا

وَالْعَهْدُ قَرِيبٌ وَالْكَلِمُ دَجِيبٌ

وَالْجَنْحُ لَمَّا يَنْدَمِلُ

وَالرَّسُولُ لَمَّا يَقْتَبِرُ، اِنْشِدَاراً

رَهْمَتُمْ رَحُوتَ الزَّمَانَةِ

تشریح کلمات

وَسَمْتُمْ الْوَسْمَ: نشان لگانا۔
رَحِيبٌ: وسیع

احمسمکم: تمہیں بھڑکایا جس جوش دلایا۔
الکلم: ذمہ۔

۵۹۔ تم نے دوسروں کے اونٹوں پر اپنا نشان لگایا ہے یعنی دوسروں کے حقوق پر بے جا تصرف کیا ہے۔ واضح رہے کہ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ ہر مالک اپنے اونٹوں پر خاص قسم کی نشانی لگاتے تھے کہ مالک اپنے اونٹ کو پہچان سکے۔

۶۰۔ ہر قوم اور ہر قبیلہ اپنا اپنا گھاٹ مخصوص رکھتے تھے۔ اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ تم کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے تھا مگر تم نے دوسروں کے حقوق پر دست درازی کی ہے۔

۶۱۔ یعنی عہد رسالتؐ کو کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔

۶۲۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے پہلے مسند خلافت پر قبضہ کرنے کے عمل کی سرزنش کی جا رہی ہے۔ خلافت پر قبضہ کرنے والوں کی یہ توجیہ پیش کی کہ ہم نے فتنہ کے خوف سے تدفین رسولؐ پر خلافت

(الْاِیُّ الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَحِیْطَةٌ بِالْكَافِرِیْنَ)
فَہِیْهَاتَ مِنْكُمْ وَكَیْفَ بِكُمْ
وَإِنِّ تَوَفَّكُوْنَ
وَکِتَابَ اللّٰهِ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ،
اُمُوْرُهُ ظَاہِرَةٌ
وَاحْکَامُهُ زَاہِرَةٌ وَاعْلَامُهُ
بَاہِرَةٌ وَرَوَاجِدُهُ لَا یُخْفٰہُ وَاَوَاوِدُهُ
وَاضِحَةٌ،
وَقَدْ خَلَفْتُمُوْہُ وَزَاوَاظَلُّوْہُمْ،

دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور جہنم
نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔
(تورہ ۴۶)
تم سے بعید تھا کہ تم نے یہ کیسے سوچا؟
تم کہہ رہے تھے جارہے ہو؟ (۶۳)
حالانکہ کتاب خدا تمہارے درمیان
ہے، (۶۳)
جس کے دستور واضح،
احکام روشن،
تعلیمات آشکار،
تنبیہات غیر مبہم،
اور اس کے اوامر واضح ہیں۔
اس قرآن کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔
کیا تم اس سے منہ موڑ لینا چاہتے ہو؟

کو ترجیح دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس کی رو سے جنگ جہوک میں شرکت نہ کرنے والوں نے یہ عذر تراشا تھا کہ ہم نے جنگ میں اس لیے شرکت نہیں کی کہ رومی عورتوں پر فریفتہ ہو کر کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے ان کے جواب میں فرمایا تھا: الْاِیُّ الْفِتْنَةِ سَقَطُوا دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں یعنی یہ عذر تراشی خود سب سے بڑا فتنہ ہے۔

۶۳۔ یعنی امامت و خلافت سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ عام انسان نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ مقام تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ تاریخی شواہد گواہ ہیں کہ عام مہاجرین اور انصار میں سے کسی کو اس بات میں شک نہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علیؑ کی ہوگی۔

(ملاحظہ فرمائیں: موفیات ص ۵۸ طبع بغداد)

۶۴۔ تمام ادیان میں امامت کا جو مقام و معیار رہا ہے وہ قرآن پاک سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسلوں میں امامت کا سلسلہ قائم رہا تو کس اساس پر رہا۔

کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟

یہ ظالموں کے لیے برا بدل ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہو گا وہ اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پھر تمہیں خلافت حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بدلے ہوئے نادر کے رام ہونے اور مہار تھانے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا (۶۵) پھر تم نے آتش فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلے کو پھیلاتا شروع کیا

أَرْقَبَةً عَنْهُ تَرْيَدُونَ أَمْ بَعْدُ
تَحْكُمُونَ؟

يَسُّ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا،
وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا
فَلَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ
مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا إِلَّا بَيْتًا أَنْ تَسْكُنَ
نَفَرَتِهَا وَيَسْلَسَ قِيَادُهَا
ثُمَّ أَخَذْتُمْ تَوْرُونَ وَقَدْ تَهَا
وَتَلَبَّجُونَ جَمَرَتَهَا

تشریح کلمات

ریشما: بقدر۔

تورون: آگ بھڑکانا۔

جمرة: چنگاری۔

لم تلبثوا لبث: انتظار کرنا۔ ٹھہرے رہنا۔

يسلس، سلس: آسان ہونا۔

وَقَلَّة: شعلہ۔

۶۵۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال سوموار کے دن ظہر کے وقت ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ آئے اور نبی کریم کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر کہنے لگے: کیا گہری بے ہوشی ہے رسول اللہ کی، مغیرہ نے کہا: حضور کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم فتنہ پرور آدی ہو۔ رسول اللہ منافقین کے خاتمہ تک زندہ رہیں گے (مسند امام احمد ج ۳ ص ۲۱۰)۔ اس وقت حضرت ابو بکر مدینہ سے باہر اپنے گھر "اسخ" نامی جگہ پر تھے۔

مشہور مؤرخ ابن جریر طبری نے لکھا ہے: لما قبض النبی کان ابو بکر غالباً فحاجاً بعد ثلاثة ايام

اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک
کہنے لگے۔

تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے
اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی
کرنے لگے۔

وَسْتَجِيبُونَ لِهَتَايَ الشَّيْطَانِ
الْغَوِيِّ

وَاطْفَاءِ اَنْوَارِ الدِّيْنِ الْحَقِيْقِي
وَإِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الْمَصْنُوعِي،

تشریح کلمات

ہتاف: پکار۔

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابو بکر غائب تھے، تین دن بعد آئے۔“ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ طبع مصر)

حضرت ابن ام مکتومؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی: وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم تو حضرت عمرؓ نے اہتنامہ کی۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو مسجد میں لوگوں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمرؓ اس قدر بولتے رہے کہ منہ سے جھاگ نکلنے لگا (کنز العمال ج ۲ ص ۵۳ طبع دکن) جب حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر میں سے آگئے تو انہوں نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی جو ابن ام مکتومؓ پہلے سنا چکے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: کیا یہ آیت قرآن میں ہے؟ اور بعد ازاں مان گئے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے یعنی حضرت ابو بکرؓ کے آنے کے بعد قبول کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کی بیعت لینے کے بعد عام بیعت کے لئے وہ مسجد نبویؐ آگئے تو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے میں مصروف تھے (محدث القرید ج ۲ ص ۲۵۸ طبع مطبوعہ ازہرہ مصر)۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زہر جو حضرت ابو بکرؓ کے نواسے اور جناب اسماء بنت ابی بکرؓ کے فرزند ارجمند ہیں روایت کرتے ہیں کہ ان ابابکرؓ و عمرؓ لم يشهدا دفن النبيؐ و كانا في الانصار فليمن قبل ان يرحبا ”حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں جنازہ اور دفن رسولؐ میں حاضر نہیں ہوئے اور وہ دونوں انصار میں تھے اور حضورؐ ان دونوں کے واپس ہونے سے پہلے ہی دفن کر دیئے گئے“ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۰ طبع دکن)۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی تدفین کے لیے بھی حاضر نہ ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”ہمیں رسول اللہؐ کی تدفین کا علم بدھ کی رات کو ہوا۔“ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۲)۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کے لیے تاریخی کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔

تَشْرَبُونَ حَسَوًا فِي ارْتِغَاءٍ
وَتَمْشُونَ لِأَهْلِهِ وَوُلْدِهِ
فِي الْخَمْرِ وَالضَّرَاءِ
وَنَصْبٍ مِنْكُمْ عَلَى مِثْلِ
حَزِّ الْمُدَى وَخَزِّ السِّنَانِ
فِي الْحَسَاءِ

تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو
پی جاتے ہو (۶۶)
اور رسولؐ کی اولاد اور اہل بیتؑ کے
خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو۔ (۶۷)
تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور نیزے
کے وار کے باوجود ہم صبر سے کام لیں
گے

تشریح کلمات

حسواً: تھوڑا تھوڑا کر کے پینا۔
الضراء: چھپانا، خفیہ رکنا۔
الحز: کاٹنا۔
وَحَزِّ: زخم لگانا۔

الارتغاء: دودھ سے جھاگ اتارنا۔
الضراء: گھنے درخت۔
المدی: چھری، خنجر۔

۶۶۔ ایک ضرب المثل مشہور ہے: ”دودھ کے برتن سے بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو پی جانا“۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کسی کے لیے بظاہر کام کرتا دکھائی دے لیکن درحقیقت وہ اپنے مفاد میں کام کر رہا ہو۔

۶۷۔ حکومت کو تین گروہوں کی طرف سے مخالفت کا خدشہ تھا۔ انصار، بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ مگر سب سے زیادہ بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ اس لیے اہل بیتؑ پر تشدد کیا گیا اور بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی کوئی منصب نہیں دیا گیا۔ البتہ انصار اور بنی امیہ کے ساتھ سمجھوتہ ہو گیا اور ان کو بھی اقتدار میں شریک کیا گیا ان کو بڑے کلیدی عہدوں سے نوازا۔ چنانچہ حبر الامت حضرت ابن عباسؓ نے حلب کی گورنری کی درخواست پیش کی لیکن یہ کہہ کر رد کر دی گئی کہ اگر ہم بنی ہاشم کو شریک اقتدار کریں تو وہ اسے اپنے مفاد میں استعمال کر سکتے ہیں جبکہ ابوسفیان نے حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں کہا تھا: انی لاری عساجة لا یسطعہا الا الدم ”میں اس قسم کا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جس کو صرف خون ہی ختم کر سکتا ہے“ لیکن برسر اقتدار افراد نے ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کو شام کا والی بنا دیا اور اس کے مرنے کے فوراً بعد اس کے بھائی معاویہ کو والی بنا دیا گیا۔



اب تمہارا یہ خیال ہے کہ رسولؐ کی میراث میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ کیا تم لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہو؟ (۶۸)

اور اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ کیا تم جانتے نہیں ہو؟ کیوں نہیں! یہ بات تمہارے لیے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ میں رسولؐ کی بیٹی ہوں۔

مسلمانو! کیا میں ارث میں محرومی پر مجبور ہوں (۶۹)

اے ابو قحافہ کے بیٹے! کیا اللہ کی کتاب میں ہے کہ تمہیں اپنے باپ کی میراث مل جائے اور مجھے اپنے باپ کی میراث نہ ملے۔ (۷۰)

تم نے بری چیز پیش کی کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو ترک کیا اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے

وَأَنْتُمْ الْأَنْ تَرْغُمُونَ أَنْ لَا إِرْثَ لَنَا
أَفَكُمُ الْجَاهِلِيَّةُ تَبْعُونَ
(وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ
يُوقِنُونَ ؟)

أَفَلَا تَعْلَمُونَ ؟ بَلَى قَدْ تَجَلَّى
لَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ الْمُنِيرُ
آتَى ابْنَتَهُ !

آيَتُهَا الْمُسْلِمُونَ ؕ أَغْلَبَ عَلَى إِرْثِي
يَا بَنِي إِدْنِ فَحَافَةَ أَنِّي كِتَابُ اللَّهِ
أَنْ تَرِثَ أَبَاكَ وَلَا آيَتَ لِي ؟ !

لَقَدْ جِئْتَ مَكِينًا قَرِيْبًا !
أَفَعَلَى عَمْدٍ تَرَكْتُمْ كِتَابَ اللَّهِ
وَتَبَذْتُمْ مَوْهَ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ؟

۶۸۔ چونکہ جاہلیت میں لڑکی وارث نہیں بن سکتی تھی۔

۶۹۔ اس تعبیر میں کہ (کیا میں ارث سے محرومی پر مجبور و مظلوم ہوں؟) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ارث سے محرومی کے لئے منطق اور دلیل کی جگہ طاقت استعمال کی گئی ہے۔

۷۰۔ اس جملے میں میراث نہ ملنے کو ایک قسم کی اہانت قرار دیا ہے: اے مخاطب! کیا تو اس قابل ہے کہ اپنے باپ کا وارث بن جائے لیکن میں اس قابل نہیں ہوں کہ اپنے والد کی وارث بنوں؟۔



ترکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل املاک بطور ترکہ چھوڑے:

- ✽ حوائط سبہ سات احاطے ✽ بنی نضیر کا قطعہ ارضی ✽ خیبر کے تین قلعے
- ✽ وادی قریٰ کی ایک تہائی حصہ ✽ محذور (مدینہ میں بازار کی ایک جگہ) ✽ فدک

حوائط سبہ میں سے چھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف فرمایا تھا۔ بنی نضیر کی زمین میں سے کچھ عبدالرحمن بن عوف اور ابی دجانہ وغیرہ کو مرحمت فرمایا تھا۔ خیبر کے کچھ قلعے ازدواج کو عنایت فرمایا اور فدک حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو عنایت فرمائے اس سلسلہ میں مزید کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد دیگر افراد سے کوئی چیز واپس نہیں لی گئی۔ صرف فدک کو حضرت زہراء علیہا السلام کے قبضہ سے واپس لیا گیا۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو حاکم وقت سے تین چیزوں کا مطالبہ تھا:

۱۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: فدک رسول اللہؐ نے مجھے ہبہ کر کے دیا۔ جس پر حضرت ابو بکر نے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؑ نے حضرت ام ایمن، رسول کے غلام رباع اور حضرت علیؑ کو بطور گواہ پیش کیا لیکن یہ گواہ رو کر دئے گئے (ملاحظہ ہو فتوح البلدان ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

۲۔ ارث: یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تو صرف ایک راوی کو روایت کی بنیاد بنا کر یہ مطالبہ مسترد کیا گیا اور راوی بھی خود مدعی ہے۔

۳۔ سہم ذوالقربی: حضرت فاطمہؑ نے اپنے والد کی میراث سے محرومیت کے بعد غم میں سے سہم ذوالقربی (یعنی رسول کے قریبداروں کا حصہ) کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ بھی صرف ایک صحابی کی روایت کی بنیاد پر رد کیا گیا۔ حضرت ام ہانیؑ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے سہم ذوالقربی کا مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ذوالقربی کا حصہ میری زندگی میں تو ان کو ملے گا لیکن میری زندگی کے بعد ان کو نہیں ملے گا (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۵ ص ۳۶۷)



إِذْ يَقُولُ:

جبکہ قرآن کہتا ہے

(وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ)،

اور سلیمان داؤد کے وارث بنے (۷۱)

وَقَالَ فِيمَا اَقْتَصَّ مِنْ حَلْبٍ

اور یحییٰ بن زکریا کے ذکر میں فرمایا:

يَحْيَىٰ بَيْنَ ذَكْرِتَا اِذْ قَالَ:

جب انہوں نے خدا سے عرض کی:

ہیں تو مجھے اپنے فضل سے ایک جائیں

عطا فرما

(فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرْثُنِي)

جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا

وَيَرْثُ مِنْ اِلٰی يَعْقُوبَ)

وارث بنے، (۷۲)

۷۱۔ اس آیت مبارکہ کا اطلاق مالی میراث کو بھی شامل ہے، بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہاں وراثت سے مراد حکمت و نبوت نہیں ہے کیونکہ قرآن میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں ہی حکمت دے دی گئی تھی چنانچہ ارشاد رب العباد ہے:

اور داؤد و سلیمان کو بھی (ہوازا) جب وہ

و داؤد و سلیمان اذ يحكممن في

دونوں ایک کمیٹ کے ہارے میں فیصلہ کر

الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم و

رہے تھے جس میں رات کے وقت لوگوں کی

كنا لحكمهم شاهدين. ففهمنها

بکریاں بکھر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے

سلیمان و کلاً آتينا حكماً و علماً

مشاہدہ کر رہے تھے۔

(سورۃ انبیاء ۷۸-۷۹)

تو ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دی اور

ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا

۷۲۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا

انسی خفت الموالی من وراثتی و

ہوں اور میری بیوی ہاتھ ہے پس تو اپنے

كانت امرأتی عاقراً فهب لی من

فضل سے مجھے ایک جائیں عطا فرما جو میرا

لدنك وليا يرثنی و يرث من آل

وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے۔

يعقوب

ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اپنے رشتہ داروں سے نبوت کی میراث لے جانے کا خوف تو نہیں

تھا کیونکہ نبوت ایسی چیز نہیں جسے رشتہ دار ناجائز طور پر لے جائیں۔ بلکہ یہاں یقیناً مالی وراثت مراد ہے۔

اس سلسلے میں امام سرخسی کا استنباط قابل توجہ ہے۔ آپ اپنی معروف فقہی کتاب ”المبسوط“ جلد ۱۲، ص ۷۷

نیز فرمایا: اللہ کی کتاب میں خونی
رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار
ہیں۔ (۷۳)

وَقَالَ: (وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ
أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ)

⇒ صفحہ ۳۶ باب الوقف طبع دار الکتب العلمیہ بیروت میں لکھتے ہیں:

ہمارے بعض اساتذہ نے وقف کے ناقابل
تحقیق ہونے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اس حدیث سے استدلال کیا ہے: اَنَا
مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَاهُ
صَلَقَةً كَيْتَ هِيَ كَمَا اسْ حَدِثَ كَمَا مَطْلَبُ يَه
ہے کہ ہم نے جو مال بعنوان صدقہ (وقف)
چھوڑا ہے اس کا ہم سے کوئی وارث نہیں
ہوتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء علیہم السلام
کے اموال کے وارث نہیں ہوتے جب کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ
دَاوُدَ نِيزَ فَرَمَا: فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ
وَلِيًّا يَرِثْنِي وَ يَرِثُ مِنْ آلِ
يَعْقُوبَ ہیں ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف بات کریں۔
حدیث کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وقف کا
ناقابل تحقیق ہونا ایک خصوصی بات ہے کیونکہ
انبیاء کے ”وعدے“ دوسرے لوگوں کے
”معاہدے“ کی طرح ہے۔

واستدل بعض مشايخنا رحمهم
اللہ تعالیٰ بقوله عليه الصلوة
والسلام اَنَا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورُثُ
مَا تَرَكْنَاهُ صَلَقَةً فَقَالُوا مَعْنَاهُ مَا
تَرَكْنَاهُ صَلَقَةً لَا نُورُثُ ذَلِكَ وَ
لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ أَمْوَالَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا نُورُثُ وَقَدْ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ
دَاوُدَ﴾ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَهَبْ
لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثْنِي وَ يَرِثُ مِنْ
آلِ يَعْقُوبَ﴾ فَحَاشَا أَنْ يَتَكَلَّمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمُخَالَفَةِ الْمَنْزِلِ فَعَلَىٰ هَذَا التَّأْوِيلِ
فِي الْحَدِيثِ بَيَانُ أَنَّ لَزُومَ الْوَقْفِ
مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مُخَاصَّةٌ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْوَعْدَ مِنْهُمْ
كَالْعَهْدِ مِنْ غَيْرِهِمْ

۷۳۔ اس آیت میں وراثت کا ایک اصول صریح لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خونی رشتہ دار وراثت کے زیادہ
حقدار ہیں۔ اس سے پہلے انصار و مہاجرین میں باہمی توارث کا حکم نافذ تھا جو اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔

وَقَالَ:

(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ).

وَقَالَ:

(إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ)

وَذَعَمْنَاهُ أَنْ لَا حُظُوةَ لِي وَلَا أَرِثَ

مِنْ أَبِي وَلَا أَرِثَ مِنْ بَيْنِنَا؟!

أَفَحَصَّكَ اللَّهُ بِأَيَّةٍ أَخْرَجَ مِنْهَا

أَي؟

أَمْ هَلْ تَقُولُونَ أَهْلُ وَلَدَيْنِ

لَا يَتَوَارَثَانِ؟

نیز فرمایا:

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں ہدایت

فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو

لڑکیوں کے برابر ہے۔ (۷۴)

نیز فرمایا:

اگر مرنے والا مال چھوڑ جائے، تو اسے

چاہئے کہ والدین اور قریبی رشتہ

داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت

کرے۔ (۷۵)

اس کے باوجود تمہارا خیال ہے کہ

میرے باپ کی طرف سے میرے لیے

نہ کوئی وقعت ہے نہ ارث اور نہ

ہمارے درمیان کوئی رشتہ۔

کیا اللہ نے تمہارے لیے کوئی مخصوص

آیت نازل کی ہے جس میں میرے

والد گرامی شامل نہیں ہیں؟

کیا تم یہ کہتے ہو کہ دو مختلف دین

والے باہم وارث نہیں بن سکتے۔

تشریح کلمات

حُظُوة: عزت، منزلت۔

۷۴۔ اولاد کی میراث کے بارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس صریح ہدایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان

کی اولاد کو متشبی قرار نہیں دیا گیا۔

۷۵۔ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں ارث کے باوجود وصیت کی تاکید ہے چونکہ والدین ہر صورت

میں وارث ہیں تو جہاں میراث کے باوجود وصیت کا حکم ہے وہاں اصل میراث سے محروم کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

کیا میں اور میرے والد ایک ہی دین سے تعلق نہیں رکھتے؟

أَوَلَيْسَ أَنَا وَآلِي مِنْ أَهْلِ مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ؟

کیا میرے باپ اور میرے چچا زاد (علیؑ) سے زیادہ تم قرآن کے عمومی و خصوصی احکام کا علم رکھتے ہو۔ (۷۶)

أَمْ أَنتُمْ أَكْلَمُ بِخُصُوصِ الْقُرْآنِ

وَعُمُومِهِ مِنْ آلِي وَآبِنِ عَمِّي؟

۷۶۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے میراث کی چار صورتیں بتائی ہیں جن کے مطابق آپ ارث سے محروم رہ سکتی تھیں۔

پہلی صورت: یہ کہ درمیان میں کوئی رشتہ نہ ہو لا رحم بیننا۔

دوسری صورت: یہ کہ قرآنی آیت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو کہ ان کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

تیسری صورت: یہ کہ اگر دونوں رشتہ دار ایک دین سے تعلق نہ رکھتے ہوں تو آپس میں وارث نہ بن سکیں گے۔

چوتھی صورت: یہ کہ میراث کے بارے میں قرآن کے عمومی حکم کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود ہو۔

پہلی صورت سب کے لئے واضح ہے کہ جناب فاطمہ الزہراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

دوسری صورت بھی واضح ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے۔

تیسری صورت بھی واضح ہے کہ (باپ اور بیٹی) دونوں ایک ہی دین (اسلام) سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوتھی صورت یہ تھی کہ کسی خاص ارث کے بارے میں قرآن کے حکم کی عام دلیل سے تخصیص ہو گئی ہو۔

اس چوتھی صورت کے بارے میں جناب فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا یہ استدلال فرماتی ہیں کہ اگر میراث

کے قرآنی حکم کی تخصیص ہو گئی ہوتی تو اس کا واحد ماخذ میرے پدر بزرگوار ہیں۔ کیا تم ان سے زیادہ جانتے ہو؟

ان کے بعد میرے ابن عم (علی ابن ابی طالب) قرآنی علوم کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آیا تم ان سے بھی

زیادہ جانتے ہو؟ واضح رہے کہ آیت وانذر عشیرتک الاقرین (سورہ شعراء آیت: ۲۱۳) ”اور اپنے قریب ترین

رشتہ داروں کو بھیجہ کیجئے“ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو

ان کے متعلقہ احکام بیان فرمائیں۔ یہاں نہ اللہ کا رسول اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں کہ جناب

فاطمہ کو میراث کا حکم تعلیم نہ فرمائیں نہ حضور کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء اپنے باپ کے حکم کی

فَدُونَكُمَا مَخْطُومَةٌ مَرْحُولَةٌ
تَلَقَّاتُ يَوْمَ حَشْرِكَ،
فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللَّهُ وَالزَّعِيمُ مَحْكَمٌ
وَالْمَوْعِدُ الْقِيَامَةِ، وَحَيْثُ السَّاعَةِ
يَخْسَرُ الْمُبِيلُونَ
وَلَا يَنْفَعُكُمْ إِذْ تَنْشُدُونَ

لے جاؤ!! (میری وراثت کو) اس
آمادہ سواری کی طرح جس کی مہار
ہاتھ میں ہو۔ تمہارے ساتھ حشر میں
میری ملاقات ہوگی جہاں بہترین فیصلہ
سنانے والا اللہ ہوگا اور محمدؐ کی سرپرستی
ہوگی اور عدالت کی وعدہ گاہ قیامت ہو
گی، جب قیامت کی گھڑی آئے گی
تو باطل پرست خسارہ اٹھائیں گے
اس وقت ندامت سے کوئی فائدہ نہیں
ملے گا۔

تشریح کلمات

مخطومة : المخطام کلیل ڈالنا۔

مرحوله : کجاوہ باندھا ہوا آمادہ اونٹ۔

تافرمانی کر سکتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے باوجود میراث کا مطالبہ کریں۔
یہ بھی واضح رہے کہ میراث رسولؐ کے بارے میں خود مدعی کے علاوہ کوئی اور شاہد یا راوی موجود نہ تھا
چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے :

واختلفوا فی میراثہ فما وجہوا عند
احد من ذلك علما فقال ابو بکر
سمعت رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم يقول: انا معشر الانبياء
لا نورث ما تركناه صدقة
(کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث
کے بارے میں اختلاف ہوا تو اس بارے
میں کسی کے پاس کوئی علم نہ تھا صرف ابو بکر
نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: ہم انبیاء
وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ
صدقہ ہے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ نبی
پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث نہ بننے کی روایت صرف حضرت ابو بکر نے بیان کی ہے۔

ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے
عقرب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۷۷)

کس پر سوا کن عذاب آتا ہے
اور کس پر دائمی عذاب نازل ہونے
والا ہے۔ (۷۸)

پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:
اے بزرگو اور ملت کے بازو
اور اسلام کے نگہبانو! (۷۹)

میرے حق میں اس حد تک تسامح،
مجھے میرا حق دلانے میں اتنی کوتاہی کا
کیا مطلب؟

کیا اللہ کے رسول اور میرے پدر
بزرگوار یہ نہیں فرماتے تھے:

کہ شخصیت کا احترام اس کی اولاد کے
احترام کے ذریعے برقرار رکھا جاتا
ہے؟

وَ (لِكُلِّ نَبَاءٍ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ)

(مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ
وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ)

شَرَرَمَتْ بِطَرَفِهَا تَكُونُ الْأَنْصَارُ فَقَالَ:

يَا مَعْشَرَ النُّبِيَّةِ وَأَعْصَادَ الْوَلَدِ
وَحَضَنَةِ الْإِسْلَامِ!

مَا هَذِهِ الْغَمِيزَةُ فِي حَقِّي وَالرَّيَّةُ
عَنْ ظُلَامَتِي؟

أَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ سَإِلِي يَقُولُ:
الْمَرْءُ يَحْفَظُ فِي وَلَدِهِ

تشریح کلمات

طَرَف: نگاہ۔ البقیۃ: قوم کے با اثر افراد۔
غَمِيزَة: عقل و علم میں تسامح و کمزوری۔
حَضَنَة: نگہبان۔ سنۃ: ادگہ، کوتاہی۔

۷۸۔ سورہ زمر آیت ۴۰۔

۷۷۔ سورہ انعام آیت ۶۷۔

۷۹۔ انصار کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس
طرح تربیت کی جس طرح ایک سالہ بچے کو پالا پوسا
جاتا ہے اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

ہم واللہ ربوا الاسلام کما یربی الفلومع
غنا لهم بائدہم السیاط والستہم السلاط
(نچ البلاغ ۳ حکمت نمبر ۳۶۵)

مَسْرُوعَانِ مَا أَحَدٌ شَتَمٌ وَعَجَلَانِ
کس سرعت سے تم نے بدعت شروع
کر دی

ذَا إِهْمَالَةٍ
اور کتنی جلدی اندر کی غلاطی باہر نکل
آئی۔

وَلَكُمْ لِمَاقَةٍ بِمَا أَحَاوَلْتُمْ وَقُوَّةٌ عَلَيَّ
حالانکہ تم میری کوششوں میں تعاون کر
سکتے تھے

مَا أَلْتَبُّ وَأَزَاوَلُ
اور میرے مطالبے کی تائید و حمایت کر
سکتے تھے۔

أَتَقُولُونَ مَاتَ مُحَمَّدٌ (ص)؟
کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ محمدؐ اس دنیا
میں نہیں رہے

فَخَلَبْتُ جَلِيلًا (مُسْتَوْسَعٌ وَهَيْهُ
(لہذا ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں
ہوتی)؟

وَأَسْتَنْهَرُ فَتَقَهُ وَأَنْتَقَى رَتَقَهُ،
ان کی رحلت عظیم سانحہ ہے،
جس کی دراڑ کشادہ ہے،

اس کا شکاف اتنا چوڑا ہے جسے بھرا
نہیں جاسکتا۔

تشریح کلمات

عجلان ذالہالہ: کتنی جلدی اس کی چربی نکل آئی۔

کہتے ہیں ایک شخص کا ایک لاغر بکرا تھا جس کی ناک سے برابر چھینک نکلتی رہتی تھی۔ لوگ اس سے
پوچھتے یہ کیا ہے؟ تو وہ جواب دیا کرتا تھا کہ یہ بکرے کی چربی ہے جو اس کی ناک سے بہہ رہی ہے۔ یہاں سے
یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی کہ ہر اس بات کے لیے جس میں خیریت سے تبدیلی آتی ہے۔

ازاول: المزاولہ کوشش کرنا۔ العطب: عظیم سانحہ۔

وهيه: آلوہی: شکاف۔ استنهر: وسیع ہو گیا۔

فتقه: اس کا شکاف۔ رتقه، الرتق: جوڑنا۔

ان کی رحلت سے زمین پر اندھیرا چھا

گیا

نیز سورج اور چاند کو گرہن لگ گیا،

ستارے بکھر گئے،

امیدیں یاس میں بدل گئیں،

اور پہاڑ ٹکست و ریخت سے دو چار ہو

گئے۔

حضور کی رحلت کے موقع پر نہ تو حرم

رسول کو تحفظ ملا

اور نہ ہی حرمت رسول کا لحاظ رکھا

گیا۔ (۸۰)

بخدا یہ بہت بڑا حادثہ تھا

اور عظیم مصیبت تھی۔

أَكْثَلَتِ الْأَرْضُ لِعَيْبَتِهِ

وَكَيْفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَانْتَشَرَتِ

النُّجُومُ لِمُصِيبَتِهِ

وَأَسْعَدَتِ الْأُمَمَالُ وَخَشَعَتِ الْجِبَالُ

وَأُصْنِعَ الْحَرِيرُ وَأُزِيلَتِ الْحُرُمَةُ

عِنْدَ مَسَاجِدِهِ،

فَبَلَكَ وَاللَّهِ النَّازِلَةُ الْكُبْرَى

وَالْمُصِيبَةُ الْعَظِيمُ

تشریح کلمات

انتشرت: پراکندہ ہوئی، بکھل گئی۔

اکدت: کسی چیز کو ہاتھ سے چھینا۔

۸۰۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے گھر کو آگ لگانے کی جہارت کی گئی کہ جس دروازے پر پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز صبح آیت تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے چنانچہ مہاجرین کی چند شخصیات جو حضرت ابو بکر کی بیعت سے راضی نہ تھے وہ حضرت علیؑ کے ہاں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہو گئے (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶ طبع بیروت، تاریخ ابوالقاسم ج ۱ ص ۶۴ طبع مصر) حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جا کر انہیں حضرت فاطمہ کے گھر سے نکالیں۔ اور ان سے کہا کہ اگر وہ نہ نکلیں تو گھر کو جلا دو، وہ آگ لے کر دروازہ زہراء پر پہنچ گئے کہ گھر کو آگ لگا دیں۔ تو گھر سے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: کیا تو ہمارا گھر جلانے آیا ہے؟ کہا: ہاں اگر یہ کہ آپ لوگ بھی داخل ہو جائیں، جس میں امت داخل ہو گئی ہے۔ (انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۸۶ طبع بیروت، کنز العمال ج ۱ ص ۵۸۶، ج ۳ ص ۱۴۰ طبع دکن، اھد الثریہ ج ۲ ص ۶۴ طبع قاہرہ)۔



نہ اس جیسا کوئی دل خراش واقعہ بھی
پیش آیا نہ اتنی بڑی مصیبت واقع
ہوئی۔ (۸۱)

لَا مِثْلَهَا نَازِلَةٌ وَلَا بَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ

تشریح کلمات

بالقہ: مصیبت۔

امام بلاذری کی مشہور کتاب انساب الاشراف میں یہی واقعہ ان الفاظ میں آیا ہوا ہے:

فصلتہ فاطمة علی الباب فقالت
فاطمة: یا ابن الخطاب اترک محرقا
والا ہے؟ کہا: ہاں۔

علی بابی؟ قال: نعم

تاریخ یعقوبی میں یہ واقعہ ان لفظوں میں بیان ہوا ہے:

فاتوا جماعة هجموا علی الدار
... وکسر سیفہ... ای سیف علی
ودخلوا الدار (تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۱۲۶)

امام ابو بکر جوہری اپنی پیش بہ تصنیف ”السقیفة وفدک“ میں یوں رقم طراز ہیں:

وخرجت فاطمة تبکی وتصيح
فنهنت من الناس (المعنیہ وفدک ص ۵۷)

۸۸۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۳۲ طبع مصر

حضرت ابو بکر نے اپنی وفات سے تھوڑا پہلے اس سانحہ پر اظہارِ غم امت کیا تھا خود ان کے الفاظ یہ ہیں:

وددت انی لم اکشف بیت فاطمة
عن شئی وان کانوا قد اغلقوه علی
الحرب (تاریخ الطبری ج ۳ ص ۲۱۹ طبع

مصر تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۰۱ قاہرہ، کنز

العمال ج ۳ ص ۱۳۵ طبع دکن)

۸۱۔ یہ جملے حرم رسول کی اہانت سے متعلق ہیں۔

اللہ کی کتاب نے تو اس کا پہلے اعلان
کر دیا ہے (۸۲)

جسے تم اپنے گھروں میں بلند اور دھیمی
آواز میں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت
کرتے ہو

ایسا اعلان جس سے سابقہ انبیاء و رسل
کو دوچار ہونا پڑا ہے جو ایک حتمی فیصلہ
اور قطعی حکم ہے (۸۳) (وہ اعلان یہ ہے)

أَمَلْنَا بِهَا كِتَابَ اللَّهِ حَبْلًا مُنْتَاظًا فِي

أَفْنِيَّتِكُمْ هَتَافًا وَصُرْلًا وَبِلَاوَةً وَلِلنَّاسِ

وَلَقَبَلَهُ مَا حَلَّ بِأَنْبِيََاءِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ

حُكْمٌ قَمَطٌ وَقَضَاءٌ حَكْمٌ

تشریح کلمات

افنیئتکم : جمع فناء المنزل۔ گھر کے آس پاس۔

۸۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد لوگوں کے اٹنے پاؤں پھر جانے سے
متعلق قرآن مجید کی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔

۸۳۔ یعنی یہ ایک حتمی اور قطعی واقعہ ہے کہ ہر امت اپنے رسول کی وفات کے بعد اٹنے پاؤں پھر گئی جیسا کہ
سورۃ مریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ اولاد آدم
میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے
ساتھ کشتی میں اٹھایا۔ اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد
میں سے۔ اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے
ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان پر رخصت کی آجوں
کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے سجدے میں
گر پڑتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے
جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور
خواہشات کی پیروی کی پس وہ عقرب بلاکت سے
دوچار ہوں گے۔

اولئك الذين انعم الله عليهم من
النبيين من ذرية آدم ومن حملنا مع
نوح ومن ذرية ابراهيم واسرائيل و
من هدينا و اجتبينا اذا تتلى عليهم
آيات الرحمن خروا سجدا وبكيا
فخلف من بعدهم خلف اضاعوا
الصلوة و اتبعوا الشهوات فسوف
يلقون غيا (سورہ مریم ۵۸-۵۹)

مندرجہ بالا آیت میں تمام انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر آیا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تین سلسلوں میں
آئے ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ۔ ان کے ساتھ دیگر برگزیدہ ہستیوں کا بھی ذکر آیا ہے

(وَمَا مَعَهُ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ
 مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
 أَفَبِأَنَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ
 عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ
 يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَكُنْ
 بِمَنْزِلَةِ اللَّهِ مِنْهَا
 وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ)

اور محمدؐ تو بس رسول ہیں ان سے پہلے
 اور بھی رسول گذر چکے ہیں بھلا اگر یہ
 وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو
 کیا تم اٹنے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو
 اٹنے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی
 نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر
 گزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔ (۸۴)

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے اس جامع ذکر کے بعد یوں استثنا فرما دیا کہ ان کے بعد ناخلف
 لوگ ان کے جانشین ہوئے۔

۸۴۔ اِنْقَلَبْ مَهْلَبٌ ہونا اٹنے پاؤں پھر جانا کے معنوں میں آتا ہے جس سے مرتد ہونا مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ
 تحویل قبلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ
 عَلَى عَقْبَيْهِ ﴿۱۳۳﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۳)
 دوسری جگہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا اللَّهَ
 كَفَرُوا يَرْجِعْكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
 اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کی
 اطاعت کی تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے (مرتد
 بنادیں گے) (آل عمران ۱۳۹)

شیخ رشید رضا مصری نے اس آیہ مجیدہ کے ذیل میں حافظ ابن قیم الجوزیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ:
 یہ آیت رسول اللہؐ کی وفات سے پہلے تمہیداً نازل ہوئی ہے اور اس آیت کے ذریعہ جن لوگوں کی صحیحہ کی گئی تھی
 وہ وفات رسولؐ کے موقع پر ظاہر ہوا چنانچہ جس نے مرتد ہونا تھا وہ اٹنے پاؤں پھر کر مرتد ہو گیا اور سچے لوگ
 اپنے دین پر قائم رہے۔ (تفسیر النارج ۳ ص ۱۶۰ طبع مصر)

بعض کا اٹنے پاؤں پھر جانا

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے خلبے میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ ”تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو
 اس کے امر و نہی میں مطاع تم ہو اور اللہ کے دین اور وحی کے تم ذمے دار ہو تم اپنے نفسوں پر امین ہو۔ دیگر اقوام



کے لئے مبلغ بھی تم ہو۔

اور انصار کے بارے میں فرمایا:

”تم ملت کے بازو ہو اسلام کے نگہبان ہو۔ خیر و صلاح میں تم معروف ہو، جنگیں تم نے لڑی ہیں“

لیکن انہوں نے سیدہ آج مہاجرین و انصار دونوں سے نالاں ہیں۔ یہاں آپ کو عہد رسولؐ اور بعد از رسولؐ ایک نمایاں فرق نظر آئے گا جو مہاجرین و انصار زمانہ رسولؐ میں ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے مگر آج پیغمبر کی تخت جگر جناب سیدۃ النساء العالمین ان سے نالاں ہیں۔ دراصل مسئلہ ”بعدی“ کا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث میں آیا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا: ما تحدثون بعدی میرے بعد کیا کچھ بدعتیں پیدا کرنے والے ہو۔ حضرت رسول اللہ سے کہا جائے گا لا تسری ما احدثوا بعدک۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ چنانچہ حدیث حوض میں موجود ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے بعض لوگوں کو دور کیا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے یہ تو میرے اصحاب ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدا آئے گی: لا تسری ما احدثوا بعدک آپ کو کیا معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے۔ (۱) صحیح بخاری باب الحوض ج ۱ ص ۷۷ طبع میرٹھ، صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۳۹ طبع نول کشور سنن ترمذی ابواب القیامۃ ج ۲ ص ۳۰۶ طبع دیوبند، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۱ طبع دہلی

امام مالک نے موطا میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں خطاب کر کے صراحت کے ساتھ یہی مطلب

بیان فرمایا ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شہداء احد کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں	قال لشهداء احد: هؤلاء اشهد
کے متعلق میں گواہی دوں گا (کہ ان کا ایمان	عليهم فقال ابو بكر الصديق السنا
صحیح تھا) ابو بکر صدیق نے کہا: یا رسول اللہ کیا	يا رسول الله اخوانهم اسلمنا كما
ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم بھی اسلام	اسلموا وجاهدنا كما جاهلوا
لے آئے ہیں جس طرح یہ اسلام لائے ہیں	فقال رسول الله: بلى، ولكن لا
اور ہم نے بھی جہاد کیا ہے جس طرح	اخرى ما تحدثون بعدی فبکی
انہوں نے جہاد کیا۔ رسول اللہ نے فرمایا:	ابو بكر ثم بکی قال اتنا لكائنون
ہاں! لیکن مجھے کیا معلوم تم میرے بعد کیا	بعدک. (موطا امام مالک کتاب الجہاد ص ۲۸۵
کچھ کرو گے۔ اس پر ابو بکر رو پڑے اور کہا:	طبع دیوبند) (توضیح الحاکم شرح موطا امام مالک
کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہ جائیں گے۔“	ج ۱ ص ۳۰۷ طبع قاہرہ)



تم سے بعید تھا اے قبیلہ کے فرزند (۸۵)
(کہ) میرے باپ کی میراث مجھ سے
چھینی جائے اور تم سامنے کھڑے دیکھ
رہے ہو، میری آنکھوں کے سامنے
بھرے مجموعوں اور محفلوں کے سامنے
میری دعوت تم تک پہنچ چکی ہے
میرے حالات سے تم آگاہ ہو

أَيُّهَا بَنِي قَيْلَةَ أَهْنَمُ شَرَاكِي؟

وَأَسْتَعُذُّ بِمِرَائِي وَسَيْفِي وَمَنْعِي

وَمُنْتَدِي وَمَجْبَعِي ،

تَلَبُّسُكُمْ الدَّعْوَةُ وَتَشْمَلُكُمْ الْخَبَرَةُ

تشریح کلمات

متندی: محفل۔ الحُنة: ڈھال۔

آیہا، اہم فعل بھیہات دور ہونا۔

علامہ جلال الدین سیوطی درج بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”هؤلاء اشهد عليهم“ ای اشہد
لہم بالایمان الصحیح
والسلامة من الذنوب الموبقات
ومن التبديل والتغیر و المنافسة
و نحو ذلك.
نہی اکرم نے جو فرمایا میں ان شہداء کے متعلق
گواہی دوں گا یعنی: ان کا ایمان صحیح تھا اور
بڑے مہلک گناہوں سے محفوظ تھے اور کسی
تبدیلی و تغیر اور دنیا کے لالچ سے بھی محفوظ تھے۔
(وقام الوقاء ج ۳ صفحہ ۹۳۱ طبع بیروت)

علامہ سہودی نے بھی اس واقعہ کو بعنوان شهادة الرسول لشهداء احد کے ذیل میں لکھا ہے:

ثم وقف رسول الله موقفاً آخر
فقال هؤلاء اصحابي الذين
اشهد لهم يوم القيمة فقال ابو بكر:
فما نحن باصحابك فقال بلى
ولكن لا ادري كيف تكونون
بعدي انهم خرجوا من الدنيا
خماساً
پھر رسول اللہ دوسری جگہ (لاشوں کے پاس)
کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ میرے وہ اصحاب
ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن گواہی
دوں گا۔ پس ابو بکر نے کہا: کیا ہم آپ کے
اصحاب نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! لیکن
میں نہیں جانتا میرے بعد تمہارا کردار کیسے ہو
گا۔ یہ لوگ دنیا سے خالی شکم گئے ہیں۔

۸۵۔ قبیلہ: قبیلہ اوس اور خزرج کا سلسلہ نسب جس نامدار خاتون تک پہنچتا ہے اس کا نام قبیلہ تھا۔

وَأَنْتُمْ دُورُ الْعَدُوِّ وَالْعُدَّةُ وَالْأَدَاةُ
 وَالْقُوَّةُ وَعِنْدَكُمْ السِّلَاحُ وَالْجُنَّةُ
 تُؤَافِقُكُمْ الدَّعْوَةُ فَلَا تُجِيبُونَ
 وَتَأْتِيَكُمْ الصَّرْحَةُ فَلَا تُغْنِيُونَ
 وَأَنْتُمْ مَوْصُوفُونَ بِالْكَفَاجِ،
 مَعْرُوفُونَ بِالْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ،
 وَالنَّخْبَةُ السَّيِّئَةُ اتَّخَذَتْ وَالْجَيْزَةُ الْبَقِيَّةُ
 لُغْتِيَرَتْ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ،
 فَاتْلُمْ الْعَرَبَ وَتَحْمَلْتُمُ الْكَذَّ وَالنَّجَبَ
 وَنَاطَحْتُمُ الْأُمَمَ وَكَافَحْتُمُ الْبُشَمَ،
 اور تم تعداد و استعداد سامان حرب اور
 قوت میں کمزور نہیں ہو، تمہارے پاس
 کافی اسلحہ اور دفاعی سامان موجود ہے
 میری پکار تم تک پہنچ رہی ہے اور چپ
 سادھے ہوئے ہو۔
 میری فریاد تم سن رہے ہو اور فریاد رس
 نہیں کرتے ہو حالانکہ بہادری میں
 تمہاری شہرت ہے
 اور خیر و صلاح میں تم معروف ہو
 تم وہ برگزیدہ لوگ ہو
 جو ہم اہل البیت کے لئے پسندیدہ
 لوگوں میں شمار ہوتے ہو۔
 عربوں کے خلاف جنگ تم نے لڑی
 اذیت اور سختیاں تم نے برداشت کیں
 دیگر اقوام کے ساتھ نبرد آزما تم ہوئے
 جنگجوؤں کا مقابلہ تم نے کیا (۸۶)

تشریح کلمات

کفاج : دُحال اور زہرہ کے بغیر لڑنا۔

النخبہ : چیدہ لوگ۔

ناطحتم : ایک دوسرے کو سینک مارا۔

۸۶۔ زرارہ حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

فرزند ان قبیلہ (انصار) کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی تلواریں اٹھائی جاسکی اور
 نماز اور جنگ میں صفیں باندھی گئی اور علنا اذان دی گئی اور یا ایہا الذین امنوا پر
 مشتمل آیتیں نازل ہونا شروع ہو گئی۔ بحار الانوار ۳۱۳:۲۲۔



تم ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہم تمہارے
ساتھ رہے

اور تم نے ہمارے احکام کی تعمیل کی
یہاں تک جب ہمارے ذریعے اسلام
اپنے محور میں گھومنے لگا اور زمانے کی
برکتیں فرواں ہو گئیں۔

شرک کا نعرہ دب گیا

جھوٹ کا زور ٹوٹا

کفر کی آگ بجھی

فتنے کی آواز دب گئی

اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا

تو اب حقیقت واضح ہونے کے بعد
مقیم کیوں ہو

(حقیقت) آشکار ہونے کے بعد پردہ

کیوں ڈالتے ہو

پیش قدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ

رہے ہو ایمان کے بعد شرک کے

مرکب کیوں ہو رہے ہو؟

لَا تَبْرَحْ أَوْ تَبْرَحُونَ نَأْمُرُكُمْ فَاتَّبِعُونَا

حَتَّىٰ إِذَا دَاوَتْ بِنَارِ رَحَى الْإِسْلَامِ

وَدَرَّ حَلَبُ الْأَيَّامِ

وَحَضَمَتْ نَعْرَةَ الشِّرْكِ وَمَسَكَنْتْ

فَوْرَةَ الْإِفْكِ

وَحَمِدَتْ بِحِدَاتِ الْكُفْرِ وَهَدَّأَتْ

دَهْوَةَ الْهَرَجِ ،

وَأَسْتَوْسَقَ نِظَامُ الدِّينِ

فَأَتَى جُرُومُهُ بَعْدَ الْبَيَانِ وَأَسْرَوْنَاهُ

بَعْدَ الْإِعْلَانِ

وَنَكَمْتُمْ بَعْدَ الْإِقْدَامِ وَأَشْرَكْتُمْ

بَعْدَ الْإِيْمَانِ ؟

تشریح کلمات

رحمی: چکی۔

در: فراواں ہونا۔

حلب: دودھ دوہنا۔

النعرۃ: تکبر۔ ناک کا اندرونی حصہ۔

فورة: پھوٹنا۔ جوش مارنا۔

الافک: جھوٹ۔

حمدت: خاموش ہو گئی۔

هدأت: ساکن ہونا ٹھہرنا۔

استوسق: منظم حاصل ہوا۔

(الْأَشْقَاتِ لَوْنَ قَوْمًا نَكَثُوا
إِيمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ
وَمَمَّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ
وَهُمْ بِذَعْوَاكُمْ أَدْلَ مَرَّةً
أَتَخْشَوْنَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ أَهَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ)
أَلَا وَقَدْ أَرَى أَنْ قَدْ أَخَذْتُمْ
إِلَى الْخَفَضِ
وَأَبْعَدْتُمْ مَنْ هُوَ أَحَقُّ بِالْبُسْطِ وَالْقَبْضِ
وَحَلَوْتُمْ بِالْذِّهَةِ وَنَجَوْتُمْ
مِنَ الصِّيقِ بِالسَّيَةِ

کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو
اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑتے ہیں
اور جنہوں نے رسول کو نکالنے کا ارادہ
کیا تھا؟
انہی لوگوں نے تم سے زیادتی میں پہل
کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟
اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ
حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ (۸۷)
اچھا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم راحت
طلب ہو گئے ہو
اور جو قبض بسط و قبض امور یعنی امور
مملکت چلانے کا زیادہ حقدار تھا اسے تم
نے نظر انداز کر دیا،
تم نے اپنے لیے کج عافیت تلاش کر لیا ہنگ
دتی سے کل کروٹگری حاصل کر لی (۸۸)

تشریح کلمات

نکثوا: نکٹ عہد توڑنا۔
الخفض: آسائش زدگی۔
الدعة: راحت کی زدگی۔
السعة: توٹگری۔

۸۷۔ سورۃ توبہ ۱۳۔

۸۸۔ اسلامی تاریخ میں کچھ حضرات کی دولت کا ذکر آیا ہے سب کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ
صرف ایک اشارہ کیا جاتا ہے کہ ایک انصاری نے ترکہ میں جو سونا چھوڑا تھا اس کو کھانڈے سے کاٹ کر وارثوں
میں تقسیم کیا گیا۔



قَمَجَجْتُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَدَمَعْتُمْ الَّذِي
 تَمَجَجْتُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَدَمَعْتُمْ الَّذِي
 تَسَوْغْتُمْ (فَإِنْ تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَنْ
 فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيرٌ حَكِيمٌ)
 وَلَا وَقَدْ قُلْتُ مَا قُلْتُ عَلَى مَعْرِفَةٍ مِنِّي
 بِالْخَذْلَةِ السَّيِّئَةِ خَامَرْتُكُمْ
 وَالْفُزْدَةَ الَّتِي اسْتَشْمَوْتَهَا قُلُوبُكُمْ
 وَلَكِنَّهَا فَيْضَةُ النَّعْرِ وَنَفْثَةُ الْغَيْظِ
 تم نے ایمان کی جو باتیں یاد کی تھیں
 انہیں ہوا میں بکھیر دیا اور جس طعام کو
 گوارا سمجھ کر نگل لیا تھا اسے نکال
 پھینکا۔ (۸۹)
 اگر تم اور زمین میں بسنے والے سب
 کفران نعمت کریں تو بھی اللہ بے نیاز
 اور لائق حمد ہے
 سنو! جو کچھ میں نے کہا وہ اس علم کی
 بنیاد پر کہا جو مجھے حاصل تھا
 اس بے وفائی پر جو تمہارے اندر رچ
 بس گئی ہے۔
 اس عہد شکنی پر جسے تمہارے لوگوں نے
 اپنا شعار بنا لیا ہے۔
 میری یہ گفتگو سوزش جان تھی جو جوش
 میں آگئی۔

تشریح کلمات

محجتم: المعج: نکال پھینکا۔ وعیتم: الوعی حفظ کرنا۔
 دسعتم: الدمع: منہ بھر کے قے کرنا۔ تسوغتم: ساع: آسانی سے گلے سے اتارنا۔
 خامرتکم: خامر کسی چیز کا اندر تک اترنا۔ الخذلة: الخذلان: مدد چھوڑنا۔
 نفثہ: نفثہ: جوش کے ساتھ خارج ہونا۔

۸۹۔ یعنی جس طرح طعام انسانی بدن کا جزو بن کر جسم میں زندگی کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے اسی طرح اسلامی تعلیمات کو بھی اپنا کر انسان اپنے لیے ارتقا و افتخار حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر طعام کھانے کے بعد جزو بدن بننے سے پہلے قے کیا جائے تو ایسے طعام کے کھانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس طرح اسلام کی جن تعلیمات کو تم نے حاصل کیا تھا اس پر عمل نہ کرنے سے وہ جزو ایمان نہ بن سکے۔

وَحَوْرُ الْقَنَاةِ وَبَشَّةُ الْمَذْرُورِ
اور غم و غصہ کی آگ تھی جو بھڑک اٹھی
اعضاء و جوارح کا ساتھ چھوڑ دینے کی
نقاہت تھی۔
وَتَعْدِمَةُ الْحُجَّةِ۔

فَدُونُكُمْ مَوَاصِيحُ فَاحْتَقِبُوا
سینے کا درد و الم تھا اور حجت تمام کرنا
چاہتی تھی

اقتدار کے اونٹ کو سنبھالو اس پر پالان
کس لو

دَبْرَةُ الظُّهُرِ، نَقَبَةُ الْخُفِّ، بَاوِيَةُ الْعَارِ،
مگر یاد رکھو کہ اس کی پیٹھ مجروح اور
پاؤں کمزور ہیں۔ دائمی عار و ننگ اس

کے ساتھ ہے۔ (۹۰)
مُؤَسَّوْمَةٌ بِغَضَبِ الْجَبَّارِ وَشَنَارِ الْأَبَدِ،

اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانی ہو
گی اور ساتھ ابدی عار و ننگ ہوگا۔

مُؤَمَّوْلَةٌ بِسَارِ اللَّهِ الْمُوقَدَةِ السَّيِّئِ
یہ اس آتش سے دابستہ ہے جو اللہ نے

بھڑکائی ہے جس کی تپش دلوں تک
پہنچتی ہے۔
تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْسَدَةِ،

تشریح کلمات

حور: کمزور ہونا ٹوٹنا۔
القناة: نیزہ۔

فاحتقبوها: احقبقہ: پیچھے سوار کرنا۔ کجاوہ یا پالان کے پیچھے باندھنا۔

دَبْرَةُ: اونٹ کی پیٹھ کا زخمی ہونا۔
نقبة: اونٹ کا گھسے ہوئے کمر والا ہونا۔

سنان: عار۔ بے عزتی۔
الموقدة: بھڑکی ہوئی آگ۔

الافسدة: فواد کی جمع دل۔

۹۰۔ یعنی: اس کی پیٹھ مجروح ہے اس پر سوار ہونے والا اس زخم کی پیپ سے ملوث ہو سکتا ہے اور جبر کمزور ہے کہ
یہ منزل تک نہ پہنچا سکے گا۔ چنانچہ کتب الہیہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی اس
کے بعد ملوکیت ہوگی۔



فَبِمَا نَفَعْنَا اللَّهُ مَا اتَّخَذُوا

(وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ

يَنْتَلِبُونَ)

وَأَنَا إِنِّي سَئِدٌ لَكُمْ رَبُّنَا يَدِي

عَذَابٍ شَدِيدٍ

فَاعْمَلُوا إِنَّا عَامِلُونَ وَانْتَظِرُوا

إِنَّا مُنْتَظِرُونَ۔

تمہارا یہ سلوک اللہ کے سامنے ہے
ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا
کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے
اور میں اس کی بیٹی ہوں جو تمہیں شدید
عذاب کی آمد سے پہلے تنبیہ کرنے والا
ہے۔

تم نے جو کرنا ہے وہ کر لو ہم بھی اپنا
عمل انجام دیں گے
تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کریں
گے۔

☆☆☆☆☆

خواتین سے خطاب

کیف اصبحت من علتک یا ابنۃ
رسول اللہ حمدت اللہ وصلمت
علی ایہا فہم قالت:
خواتین مدینہ نے کہا: اے دختر رسول! آپ
کی علالت کا کیا حال ہے؟ حمد خدا اور اپنے
پدر بزرگوار پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

أَصْبَحْتُ وَاللَّهِ عَائِفَةً لِّدُنْيَا كُنْتُ
قَالِيَّةً لِّرِجَالِي كُنْتُ،
لَفْظَتُهُمْ بَعْدَ أَنْ عَجَمْتُهُمْ
وَمَسَبَرْتُهُمْ بَعْدَ أَنْ سَبَرْتُهُمْ،
میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری
اس دنیا سے بیزار ہوں
اور تمہارے مردوں سے متنفر ہوں
جانچنے کے بعد میں نے انہیں دھکار
دیا امتحان کے بعد مجھے ان سے نفرت
ہو گئی۔

تشریح کلمات

قالية: عداوت دشمنی۔

لفظتہم: لفظ دور پھینکا۔

عجمتہم: عجم الشیء کسی چیز کا امتحان کرنا۔

شتت: میں نے دشمنی کی۔

سبرت: میں نے تجربہ کیا۔

کس قدر زشت ہے دھاروں کی
کندکاری (۹۱) اور کتنی بری لگتی ہے
سنجیدگی کے بعد بازی گری، (۹۲)
اور بے سود سنگ کو بی، اور نیزوں کی
ھلکائی، (۹۳)

اور کتنا قبیح ہے نظریات کا انحراف
اور کتنی بری ہیں خواہشات کی لغزشیں،
اور انہوں نے اپنے لئے جو کچھ آگے
بھیجا ہے وہ نہایت برا ہے جس سے
اللہ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ
عذاب میں رہیں گے۔ (۹۴)

فَتُبْحَالِ فُلُولِ الْحَدِّ وَاللَّعِبِ بَعْدَ الْجِدِّ

وَمَرُوحِ الصَّفَاةِ وَصَدْعِ الْقَنَاةِ

وَحَطَلِ الْأَذَاةِ وَزَلَلِ الْأَهْوَاءِ

وَلَيْسَ مَا مَدَّ مَتَّ

لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

وَفِي الْعَذَابِ مُرَحَّالِدُونَ

تشریح کلمات

فلول: الفل تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا داندانہ۔

الحد: دھار۔ القرع بھٹکھانا۔

الصفاء: جمع صفا: پتھر۔

صدع: شکاف۔

حطل: قلعی کرنا۔

۹۱۔ تلوار ہٹائی جاتی ہے کاٹنے کے لیے اگر اس میں کندی آجائے اور کاٹنے کا کام نہ کر سکے تو کتنی بری بات ہے
اسی طرح حق کا ساتھ دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری تربیت کی تھی آج حق کو چھوڑنا
کتنی بری بات ہے۔

۹۲۔ تم ایک زمانے میں پوری سنجدگی سے حق کا دفاع کیا کرتے تھے آج غیر سنجدہ ہو گئے ہو۔ اگر تم حق کے
محاطات میں شروع سے غیر سنجدہ ہوتے تو مقام تعجب نہ تھا۔ سنجدگی کے بعد یہ انقلاب باعث تعجب ہے۔

۹۳۔ مضبوط چٹان پر تلوار مارنے کی طرح غیر موثر اقدام کرتے ہو۔

۹۴۔ یعنی تم ھلکتے نیزوں کی طرح کار آمد نہیں رہے ہو۔

اب ناچار میں نے (فدک کی) رسی
انہی کی گردن میں ڈال دی (۹۵)
اور اس کا بوجھ بھی انہی کی پشت پر لا دیا
اور انہیں اس کے حلوں کی زد میں قرار
دے دیا (۹۶)

کٹ جائیں ان کی سواری کی ناک اور
کوچیں دور ہو رحمت سے یہ ظالم قوم۔
افسوس ہو ان پر، یہ لوگ (خلافت کو) کس
طرف ہٹا کر لے گئے
رسالت کی محکم اساس سے، (۹۷)
نبوت و قیادت کی مضبوط بنیادوں سے،
نزول جبرائیل کے مقام سے،
دین و دنیا کے امور کی عقدہ کشائی کے
لئے لائق ترین ہستی سے،
آگاہ رہو یہ ایک واضح نقصان ہے۔

لَا جَرَمَ لَكَ قُلْدُ تُهَرِّقُهَا
وَحَمَلَتْهُمْ أَوْقَتْهَا وَمَنْتُ عَلَيْهِمْ
عَذَابُهَا،

فَجَدَعُوا عِقْرًا وَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ.

وَيَحْزَنُهُمْ أَتَى زَعْرُهُمْ مَا عَنِ

رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَقَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ

وَالذَّلَالَةِ وَمَهْطِ الرُّوحِ الْأَمِينِ

وَالطَّبِيبِ بِأُمُورِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانِ الْمُبِينِ!

تشریح کلمات

قلات: قلد گردن میں لٹکانا۔ ربقہ: رسی میں پڑا ہوا پسندہ۔ اوقتها: اوقی، بوجھ۔
شمنت: شمس الغارة چاروں طرف سے لوٹ ڈالنا۔ جدع: ناک یا ہونٹ کاٹنا۔ عقرأ: کوچیں کاٹنا۔
زعزع: زور سے ہلانا۔ رواسی: مضبوط پہاڑ۔ الطبین: لائق ترین۔

۹۵۔ فدک یا خلافت کی رسی کو لوگوں کی گردن میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کی پوری ذمہ داری ان
لوگوں پر عائد ہو گئی ہے۔ اب اس سے برآمد ہونے والے نتائج کے وہ خود جوابدہ ہوں گے۔

۹۶۔ خلافت کو جس سلسلہ میں رکھا گیا ہے اس کے نتیجہ میں امت اسلامیہ میں ہونے والی قتل و غارت گری کی ذمہ
داری کی زد میں خود یہ لوگ بھی آئیں گے۔

۹۷۔ خلافت چونکہ پیغمبر کی جانشینی کا نام ہے لہذا خلافت رسالت کا ہی تسلسل ہے اور خلافت کا اساس نبوت ہے

ابو الحسن سے ان کو کس بات کا انتقام
لیتا تھا؟ (۹۸)

قسم بخدا انہوں نے انتقام لیا ان کی باطل
حکمن تکوار کا، (۹۹) اور راہ خدا میں اپنی

جان سے بی پرواہی کا، (۱۰۰)

اور ان کی شدید استقامت کا،

اور دشمن پر ان کی کاری ضرب کا،

اور راہ خدا میں ان کی شجاعت کا، (۱۰۱)

وَمَا الَّذِي نَقَمُوا مِنْ آلِ الْحُسَيْنِ؟

نَقَمُوا مِنْهُ وَاللَّهُ نَكِيرٌ سَیِّفٌ وَقِيلَ

مُبَالَاتِهِمْ لِحَتْفِهِ وَشِدَّةِ قَطَاتِهِ

وَنَكَالَ وَقَعْتِهِمْ وَتَشَمُّرُهُ فِي ذَاتِ اللَّهِ.

تشریح کلمات

نَقَمُوا - نَقَمَ: بدل لیا۔ نکر: دگرگونی، امر کیر، سخت کام۔ حَتْف: موت۔ وطأة: استقامت کی جگہ، قدم کی
جگہ۔ نَكَالَ: عبرت ناک سزا۔ وَقَعْتِهِ: الوقع: ضرب۔ تَشَمُّرُ: شجاعت میں چپے کی طرح ہونا۔

➞ اور اسلامی قیادت ہے اور اسلامی قیادت اور نبوت مقام نزول وحی سے ہے۔ اس لیے خلافت کا ربط نزول
وحی یعنی نص صریح سے ہوتا ہے۔

۹۸۔ طرز کلام اس آیت کی طرح ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
العزیز الحمید (سورہ بروج ۸۷)
ان لوگوں نے اہل ایمان سے صرف اس
بات کا انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے
جو غالب آنے والا قابل ستائش ہے۔

۹۹۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کی باطل حکمن تکوار کی خدمات کا صلہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ دیتے ہیں تو ایک
ضریت جن و انس کی عبادت سے افضل قرار پاتی ہے۔ مگر افسوس اس امر پر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے بعد ان کو یہ صلہ ملا کہ ان کے گھر پر حملہ کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا آگ اور کٹریاں لے کر اس مقدس
گھر کو جلائے کے درپے ہو گئے

۱۰۰۔ چنانچہ خود حضرت علیؑ فرماتے تھے:-

وَاللَّهِ لَا بِنَ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَسَ بِالْمَوْتِ
مَنْ الطِّفْلِ بِشَدَى أُمِّهِ
قسم بخدا! ابو طالب کا بیٹا موت سے ایسا مانوس ہے
جیسا بچہ اپنی ماں کی چھائی سے مانوس ہوتا ہے۔

۱۰۱۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کی اپنی زبان سے ہے: ➞



قسم بخدا اگر لوگ راہ راست سے
منحرف ہو جاتے

اور اللہ کی واضح حجت کو قبول کرنے
سے منہ پھیر لیتے
تو (ابو الحسن) انہیں پھر سے راہ حق پر
لے آتے

اور انہیں راہ راست پر چلا لیتے
اور انہیں سبک رفتاری کیساتھ (سوئے
منزل) لے جاتے،

نہ سواری کی تکمیل ٹوٹی، نہ مسافر کو تھکن
محسوس ہوتی

اور نہ سوار ہونے والے کو خشکی کا
احساس ہوتا،

وَقَالَ اللَّهُ كَوْمَا لَوَاعِي مَحْجَّةِ اللَّائِيَةِ

وَزَالُوْعُنْ قَبُولِ الْحُجَّةِ الْوَاضِحَةِ

لَرَوْدَهُمْ رَالِيَهَا وَحَمَلَهُمْ عَلَيْهَا

وَلَسَاتِي بِهِمْ مَسِيرًا

سَبْحًا لَا يَكْلُمُ خَشَابَةً وَلَا يَكِلُّ

سَائِدُهُ وَلَا يَمَلُّ رَاكِبُهُ،

تشریح کلمات

المحجة: راستہ۔

اللاحة: واضح۔

مسححا: مسح حلقہ: نرم اخلاق ہونا۔

يكلم: الکلم: زخمی کرنا۔

خشاشه: اونٹ کی ناک میں ڈالنے کی کڑی۔

يكل: نکل: خستہ ہونا۔

میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیے جبکہ
باقی سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ
رکھتے تھے اور اس وقت میں سر اٹھا کر سامنے آیا
جبکہ دوسرے سر چمپا کر گوشوں میں چپے ہوئے تھے
اور اس وقت میں نے زبان کھولی جبکہ دوسرے
مگنگ نظر آتے تھے اور اس وقت میں نے نور خدا
کی روشنی کو آگے بڑھا جبکہ دوسرے زمین گیر ہو
پکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دہی نمی مگر
میں سبقت و پیش قدمی میں سب سے آگے تھا۔

فَقَمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشَلُوا
وَتَطَلَعْتُ حِينَ تَقْبَعُوا وَنَطَقْتُ حِينَ
تَتَعَمَّرُوا وَمَضَيْتُ بِنُورِ اللَّهِ حِينَ
وَقَفُوا وَكُنْتُ أَحْفَظُهُمْ صَوْتًا
وَأَعْلَاهُمْ فَوْتًا

(بیچ البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷)

وَلَا وَدَّعُومَ مَثَلًا تَمِيدُ أَمَافِيَا رَوِيًا ، اور ان کو ایسے خوشگوار صاف چشموں
کے کنارے پہنچا دیجئے جس کے
کنارے چمکتے ہوں۔
تَطْفَعُ مَضْفَتَاهُ وَلَا يَتَرَنَّ جَانِبَاهُ ، جس کی دونوں اطراف گدلا نہ ہوں
صاف ستھری ہوں،
وَلَا مَدَّعُومَ بَطَانًا وَفَصَحَّ لَهُمُ مِرْزَاؤُا عِلَانًا ، پھر انہیں وہاں سے سیراب کر کے
واپس کرتے، خلوت و جلوت میں انہیں
فصیحیت کرتے
وَلَمْ يَكُنْ يَحْمِلُ مِنَ الْغِيَا بَطَانًا ، اور اس (بیت المال کی) دولت سے
اپنے لیے کوئی استفادہ نہ کرتے
نہ اس دنیا سے اپنے لیے کوئی فائدہ
اٹھاتے،
وَلَا يَحْمِلُ مِنَ الدُّنْيَا مَثَلًا ، وہ صرف اس فکر میں رہتے کہ کسی
پیا سے کی پیاس بجھا دیں اور کسی
بھوکے کا پیٹ بھر دیں۔ (۱۰۲)

تشریح کلمات

منہل: چشمہ کماٹ۔ نمیر: صاف ستھرا پانی۔
تطفع: چمکتا۔ مضفتا: الضفۃ نہر کا کنارہ۔
یترنق: رونق: پانی کا گدلا ہونا۔ بطانا: سیر ہونا۔
طائل: مفاد، استفادہ۔ رتی: سیراب۔
الناهل: پیاسا۔ الکافل: بھوکا۔ بات فلاں کافلا: فلاں نے ایسی حالت میں
رات گزاری نہ تو دن کو کھانا کھایا نہ رات کا۔

۱۰۲۔ جب مال کی تقسیم میں آپ کے ہماری و مسادات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑاٹھے تو آپ نے لوگوں کو
واضح طور پر فرمایا: ۛ

اور دنیا کو پتہ چل جاتا ہے طبع کون ہے اور لالچی کون ہے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔

اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کے سبب انہیں گرفت میں لیا۔

(اعراف ۹۶) (۱۰۳)

اور ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے عنقریب ان پر بھی ان کے برے اعمال کے وبال پڑنے والے ہیں اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے (زمر ۵۱) ذرا ان کی باتیں تو سنو، جتنا جیو گے زمانہ تجھے عجوبے دکھاتا رہے گا۔

وَلَبَّانَ لَهُمُ الزَّاهِدِينَ الْوَاعِبِ

وَالْمُنَادِقِ مِنَ الْكَافِبِ،

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ النَّدْرِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمُ

بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ

كَذَّبُوا فَأَخَذْنَا مِنْهُمُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔

وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ

سَيِّئَاتُ مَا كَتَبْنَا وَبِأَمْرٍ مُعْجِزِينَ۔

أَلَا هَلُمْ فَاسْتَمِعْ وَمَا عَشَتْ أَوَّاكَ الْذَهْرُ

عَجَبًا!

کیا تم مجھ پر یہ امر مانگہ کرتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر ظلم کر کے لوگوں کی مدد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہے میں اس چیز کے قریب نہیں بھگوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا تو جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کر دیتا چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔

اتامرونی ان اطلب النصر بالبحر
فیمن ولیت علیہ واللہ لا اطور بہ
ماسمر سمیر وما ام نجم فی
السماء نجما لو کان المال لی
لسویت بینہم فکیف والمال مال
اللہ۔

۱۰۳۔ اس آیت کے اقتباس سے جناب بتول عذراء اس بات کی پیشگوئی فرما رہی ہیں کہ ابو الحسن علی ابن ابی طالب کو میدان سے ہٹانے کی وجہ سے امت مسلمہ آئندہ ہلاک کن فسادات سے دوچار ہوگی۔ چنانچہ چشم

وَإِنْ تَعَجَّبْتَ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ! ا
 كَيْتَ شِعْرِي إِلَىٰ آتِي سَنَادِ اسْتَعْدُوا
 وَعَلَىٰ آتِي عِمَادِ اعْتَمِدُوا
 وَبِآتِي عُرْوَةٍ تَتَّسِكُوا وَعَلَىٰ آيَةِ ذُرِّيَّةٍ
 أَقْدُمُوا وَلَحْتَكُوا؟ لَيْسَ الْمَوْلَىٰ وَ
 لَيْسَ الْعَشِيرُ وَبِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا
 اِسْتَبْدَلُوا وَاللّٰهُ الذَّنَابِي بِالْقَوَادِمِ
 وَالْعَجَزَ بِالْمَكَاهِلِ،
 اگر تجھے تعجب آتا ہے تو تعجب انگیز ہیں
 ان کی باتیں، کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ
 انہوں نے کس دلیل کو سند بنایا ہے
 اور کس ستون کا سہارا لیا ہے
 اور کس رسی سے متمسک ہوئے ہیں
 اور کس ذریت کے خلاف اقدام کیا
 اور ان کو زک پہنچائی؟
 کتنا برا ہے ان کے سرپرست اور ان
 کے رفیق بھی کتنے برے ہیں اور
 ظالموں کا بدلہ بھی برا ہوگا۔
 ان لوگوں نے اگلے شہر کی جگہ دم سے
 کام لیا اور بازوؤں کی جگہ پچھلے حصے
 سے استفادہ کیا، (۱۰۴)

تشریح کلمات

احتنکوا: احتنک: تباہ کیا۔ الذنابی: پرندہ کی دم۔ العجز: گردن کے نزدیک پیٹھ کا بالائی حصہ۔
 معاطس: ناک۔ ارغمت المعاطس: ”دشمن مغلوب ہو گیا“ ایک محاورہ ہے۔

جہاں نے بنو امیہ اور بنی عباسیہ کے دور میں امت مسلمہ کو پیش آنے والے ان السیوں کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ اور
 اگر یہ تمام امور حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہوتے اور یہ لوگ ان کو موقع دیتے تو اللہ تعالیٰ
 آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا۔ مگر ان لوگوں نے اہل بیت کو اقتدار سے دور رکھا، یا اقتدار
 ملنے کی صورت میں حزب مخالف میں رہنے کیلئے آمادہ نہ ہوئے اور امہات المؤمنین تک کو گھر میں رہنے نہ دیا
 بلکہ میدان جنگ میں لاکر مسلمانوں کو باہمی خون ریز جنگوں میں مبتلا کر دیا
 ۱۰۴۔ پرندہ پرواز کے لیے اپنے پروں کا اگلا حصہ استعمال کرتا ہے چونکہ طاقت پرواز اگلے حصے میں ہوتی ہے اور
 جو پرندہ پرواز کے لیے اپنے شہر سے محروم ہو اور پھر پرواز کی کوشش کرے تو بلندی پر اٹھنے کی بجائے اس کی ناک
 زمین کے ساتھ رگڑ جاتی ہے۔



ان لوگوں کی ناک رگڑی جائے،
جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ٹھیک کر
رہے ہیں

آگاہ رہو! یہ فساد ہی مگر وہ شعور نہیں
رکھتے۔

افسوس ہے ان پر: کیا جو حق کی راہ
دکھاتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حقدار
ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو
خود اپنی راہ نہیں پاتا جب تک اس کی
راہنمائی نہ کی جائے۔ تمہیں ہو کیا گیا

تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟
مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے اقتدار کی
اوتنی حل سے ہے نتیجہ ظاہر ہونے کا
انتظار ہے۔

پھر وہ برتن بھر کر دوہنے جائیں گے
(دودھ کی جگہ) تازہ خون اور زہر قاتل
یہاں پر باطل شعار نقصان اٹھائیں گے
پھر آنے والی نسلوں کو معلوم ہوگا کہ ان
کے اسلاف نے جو بنیاد ڈالی تھی اس کا
کیا انجام ہوا

فَرَعْنَا لِمَاعِطِيسَ كَوْمٍ يَحْسِبُونَ
أَنَّهُمْ يَحْسِبُونَ صُنْعًا:

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُشِيدُونَ وَلَكِنْ
لَا يَشْعُرُونَ

وَيُحْذِرُ: أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ
أَحَقُّ أَنْ يُشَبَّعَ

أَمْ مَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي
فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ؟

أَمَّا الْعَمْرِيُّ لَمَّا لَقِيتَ فَنَظَرَةً
رَبَّنَا مَا تُخِجُ

ثُمَّ احْتَكَبُوا مِلَّةَ الْقُعْبِ

دَمًا عَيْيَطًا وَدُعَاءًا مُبِيدًا،

هَٰذَا لَكَ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ

وَيَعْرِفُ السَّالُونَ غَيْبَ مَا أَسَّسَ الْأَوَّلُونَ

تشریح کلمات

ارغمت المعاطس: ”ذمن مغلوب ہو گیا“ ایک محاورہ ہے۔

مَعَاطِيسَ: ناک۔

القعب: برتن، پیالہ۔

احتلبوا: الحلب: دودھ دوہنا۔

لقحت: قحار بارور ہونا، حمل ٹھہرنا۔

مبیدا: قاتل۔

ذعاف: زہر۔

دم عیبط: تازہ خون۔



ثُمَّ طَيَّبُوا عَنْ دُشْيَاكُمْ أَنْفُسًا
وَالْمَحَانِئُ إِلَّا لِفِتْنَةٍ جَاشَا،
وَابْشُرُوا بِسَيِّئِ صَارِمٍ
وَسَطْوَةٍ مُعْتَدٍ غَاشِمٍ
وَهَرَجٍ شَابِلٍ وَاسْتَبْدَادٍ مِنَ الظَّالِمِينَ
يَذْغُ فِيكُمْ زُهَيْدًا وَجَمْعَكُمْ حَصِيدًا
فَمَا حَسْرَةً لَكُمْ وَأَنَّى يَكُورُ قَدْ
عَمِيَتْ عَلَيْكُمْ أَنْزِلُكُمْ مَكْمُومًا
وَأَنْتُمْ لَهَا صَاكِبُونَ

پھر تم اپنی دنیا سے لطف اٹھاؤ
آنے والے فتنوں کے لیے دل کو آمادہ
کرو،
سنو خوشخبری تیز دھار تلواروں کی
اور حد سے تجاوز کرنے والے ظالم کے
حملوں کی
اور ہمہ گیر فتنہ و فساد کی اور ظالموں کی
مطلق العنانی کی۔ (۱۰۵)
وہ تمہارے بیت المال کو بے قیمت بنا
دے گا
اور تمہاری جمعیت کی نسل کشی کرے گا۔
انفس تمہارے حال پر، تم کدھر جا رہے
ہو
تمہارے لیے راہ حق ناپید ہے۔
کیا ہم اللہ کی رحمت پر چلنے پر تمہیں مجبور
کر سکتے ہیں جبکہ خود تم اسے ناپسند کرتے
ہو۔ (۱۲۷/۱۲۸)

تشریح کلمات

غبت: انجام۔ جاش: دل۔ صارم: تیز دھار۔ سطوة: حملہ۔
غاشم: ظالم۔ ہرج: فتنہ فساد۔ فغی: مال قیمت۔ زہید: حقیر۔
حصیداً: کٹی ہوئی فصل۔

۱۰۵۔ واقعہ حرہ میں یہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی کہ لشکر یزید نے مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں مدینہ منورہ کو تاراج کیا اور مہاجرین و انصار کا قتل عام ہوا، تین دن تک مدینہ رسولؐ کی خواتین کی عصمتیں لوٹنے رہے۔ انصار و مہاجرین میں سے تقریباً سات سو شخصیات کو موت کی بھیٹ چڑھایا گیا۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد دس ہزار کی تعداد سے



میں قتل ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲ طبع بیروت) مدینہ میں قارت گری ہوئی اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عصمت لوٹی گئیں (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۹ طبع کانپور، تاریخ انیس دہائی دہائی ج ۲ ص ۳۰۲ طبع بیروت) اور اہل مدینہ سے اس بات پر بیعت لی گئی کہ وہ یزید کے ظلام ہوں گے۔ چنانچہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب و سنت کی بنیاد پر بیعت کریں گے تو ان کی بیعت قبول نہیں کی گئی اور ان کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۱ طبع حبشہ مصر)۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محسن علی مجنی
اسلام آباد۔ پاکستان

www.ziaraat.com
jagir.abbas@yahoo.com
Sabeel-e-Sakina



بازار کوفہ میں
حضرت زینب سلام اللہ علیہا
کا خطاب

www.ziaraat.com
jabir.abbas@yahoo.com
Sabeel-e-Sakina



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشیر بن حزم الاسدی راوی ہے:

میں نے حضرت نضیب جنت علی علیہا السلام کی طرح کسی خاتون کو اس قادر الکلامی سے خطبہ دیتے نہیں دیکھا۔ ایسا لگ رہا تھا علی امیر المؤمنین علیہ السلام خطبہ دے رہے ہیں۔ آپ (س) نے لوگوں کو خاموش ہونے کے لیے اشارہ فرمایا: تو خاموشی جما گئی۔ آپ (س) نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَالصَّلَاةُ عَلَىٰ اٰبِیْ مُحَمَّدٍ
وَآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الْاَخِیَارِ
اَمَّا بَعْدُ، یَا اَهْلَ الْکُوفَةِ
یَا اَهْلَ الْخُتْلِ وَالْغَدْرِ
اَسْبَکُوْنَ ؟
فَلَا نَقَاتِ الدَّمْعَةِ ،
وَلَا هَدَاتِ الرَّیْثَةِ ،
اِنَّمَا مَثَلُکُمْ کَمَثَلِ الشَّیْ
نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ
اَنکَاثًا تَتَخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ
دَخَلًا بَیْنَكُمْ ،
حم و ثنا اللہ کے لیے
درود ہو میرے پدر بزرگوار محمد پر
اور ان کی پاک برگزیدہ آل پر
کوئی والو!
غدر و فریب والو
کیا تم روتے ہو؟
تمہارے آنسو نہ رکیں
تمہاری فریاد میں کمی نہ آئے
تمہاری مثال اس عورت کی طرح ہے جس نے
پوری طاقت سے سوت کا تنے کے بعد اسے کھڑے
کھڑے کر ڈالا تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد کا
ذریعہ بناتے ہو۔ (نحل: ۹۳)

تشریح کلمات

هدا: سکون۔ تھم جانا

العنل: دھوکہ دینے والا

رقا: رک جانا

دیکھو! تم میں تو صرف چالیس، فاجر، انحراف اور بغض و
عداوت کرنے والے ہی رہ گئے،

لوٹریوں کے سے خوشامدی

اور دشمنوں کی طرح عیب جوئی رہ گئی

یا تم غلامت پر آگے ہوئے سبزہ کی طرح

یا دفن شدہ عورت کی لاش پر زیور کی طرح ہو گئے

تم نے جو کچھ اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے،

جس سے اللہ تم پر ناراض ہوا اور تم ہمیشہ عذاب میں رہو گے۔

کیا تم روتے ہو اور فریاد کرتے ہو؟

ہاں رکو بہت رکو

اور کم ہنسو

الْاَوْهَلُ فِيكُمْ اِلَّا الْمَلَفُ

النَّطَفُ، وَالصَّدْرُ الشَّنَفُ،

وَمَلَقُ الْاِمَاءِ،

وَعَمْرُ الْاَعْدَاءِ

اَوْ كَمَرَعِي عَلَى دِمْنَةٍ،

اَوْ كِفِضَةٍ عَلَى مَلْحُودَةٍ،

الْاَسَاءُ مَا قَدَّمْتُ لَكُمْ

اَنْفُسُكُمْ

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَفِي

الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُونَ ۝

اَتَبْكُونَ وَتَنْتَجِبُونَ ؟

اَيْ وَاللّٰهِ فَاَبْكُوا كَثِيْرًا

وَاَضْحَكُوا قَلِيْلًا

تشریح کلمات

الصلف: اپنی حیثیت سے زیادہ کا دعویٰ کرنے والا۔ تکبر۔

النطف: عیبوں میں ڈھکا ہوا شخص۔

الصدر: ہر شئی سے انحراف کرنے والا (العين)

الشنف: بغض و عداوت کرنے والا۔

دمنہ: گھوڑے، اونٹ یا بکریوں کی یگیٹیوں سے پلید ہونا۔

ملحودہ: لحد میں دفن شدہ عورت۔

مذکورہ بالا دونوں مثالیں ان چیزوں کے بارے میں یولی جاتی ہیں جن کا ظاہر اچھا ہو اور باطن پلید ہو۔

یعنی یہ لوگ مردہ ہیں زعموں کے لباس میں

یعنی سورہ مائدہ کی آیت ۸۰ سے اقتباس

فَلَقَدْ ذَهَبْتُمْ بِعَارِهَا
وَشَنَارِهَا، ۱

تم اس عار و ننگ کے مرکب ہو چکے ہو۔

وَلَنْ تَرْحَضُوَهَا بِغَسَلِ
بَعْدَهَا أَبَدًا،

جس کو تم ہرگز نہیں دھو سکو گے۔

وَإِنِّي تَرْحَضُونَ

تم کہاں دھو سکو گے

قَتَلَ سَلِيلَ خَاتِمِ النَّبُوَّةِ

اس ہستی کے قتل کا دھبہ جو خاتم نبوت

وَمَعْبُدِنَ الرِّسَالَةِ

اور سرچشمہ رسالت کی اولاد ہے۔

وَسَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ،

جو جوانان جنت کے سردار تھے

وَمَلَاذِخِ رَيْتِكُمْ

وہ تمہارے نیک لوگوں کے لیے پناہ تھے

وَمَفْذِعِ نَارِ لَيْتِكُمْ

تمہاری مصیبتوں کے لیے آگ تھے

وَمَنَارِ حُجَّتِكُمْ

تمہارے لیے دلیل و برہان کا منارہ تھے

وَمِدْرَةِ سُنَّتِكُمْ،

تمہارے لیے سنت اخذ کرنے کے لیے مرجع خلافت تھے

الْأَسَاءَ مَا تَزِرُونَ

کتنا برا ہے یہ بوجھ جو تم اٹھائے ہوئے ہو

وَبَعْدَ الْكُفِّ وَسَحْقًا،

رحمت حق سے دور ہو تم

فَلَقَدْ خَابَ السَّعْيُ

تم نامراد ہوئے ہو

وَتَبَّتِ الْيَدِي

اور کٹ جائیں تمہارے ہاتھ

وَحَسِرَتِ الصَّفْقَةُ،

گھٹائے میں رہے تمہارا ہر معاملہ

وَبُؤْتُ بِغَضَبِ اللَّهِ

اللہ کے غضب میں گرفتار ہو

وَضُرِبَتْ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةُ وَالْمُسْكَنَةُ

ذلت و خواری تم پر مسلط رہے

رحض: دھونا

شنار: میب

تشریح کلمات

۱۔ ہا کی ضمیر امت کی طرف ہے۔

وَيَذْكُرِيَا أَهْلَ الْكُوفَةِ
اتَذَرُونَ
کوفو! ہلاکت تمہارا مقدر ہو
کیا تم جانتے ہو؟
آتَىٰ كَبِيرٌ رَسُولَ اللَّهِ فَرِيئُو،
وَأَيَّ كَرِيمَةٍ لَهُ أَبْرَزْتُمْ؟
تم نے رسول اللہ کے کس کلیجے کو پارہ کیا
اور رسول کے کس حرم کو بے پردہ کیا
وَأَيَّ دَمِيرٍ لَهُ سَفَكْتُمْ
اور کس خون کو تم نے بہایا
وَأَيَّ حُرْمَةٍ لَهُ انْتَهَكْتُمْ؟
اور رسول کی کس حرمت کی چمکی؟
وَلَقَدْ جِئْتُمُوهَا صَلْعَاءَ
عَنْقَاءَ سَوْدَاءَ
تم نے یہ جرم کر کے قہج مکاری کا ارتکاب کیا ہے
جو ایک فریب کاری ہے اور بہت بڑا حادثہ بھی
فَقُمَاءَ (خَرْقَاءَ) شَوْهَاءَ
حقیقت کا چہرہ مخ کرنے کی کوشش بھی
كَطِلَاعِ الْأَرْضِ أَوْ مِلِّ السَّمَاءِ
یہ جرم زمین اور آسمان پر حاوی ہے
أَفَعَجِبْتُمْ أَنْ مَطَرَتِ
السَّمَاءُ دَمًا!
کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہوئی کہ آسمان نے خون
برسایا؟
وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ
وَأَنْتُمْ لَا تَنْصَرُونَ
آخرت کا عذاب تو اور زیادہ رسوا کن ہے
پھر تمہاری کوئی مدد نہ ہوگی

تشریح کلمات

ملرة: کہتے ہیں ملرة الرجل. سردار قوم فریتم الفری: کاٹنا
صلعاء: قہج مکاری
عنقاء: مصیبت زدہ بربادی، مکاری
فقماء: ناہموار بڑا حادثہ
خرقاء: شدت پسندی
شوها: قہج مہر چہرے کا مخ ہونا
طللاع: پر ہونا
الجزری نے لکھا ہے: حضرت عائشہ نے معاویہ سے کہا، جب اس نے زیاد کی ولدیت کا قہین کیا اور اسے ابو
سفیان کا بیٹا بنایا۔
رکت الصلیعاء: یعنی تو نے بہت قہج مکاری کا ارتکاب کیا ہے۔

فَلَا يَسْتَخِفُّكُمْ الْمُهْلُ
فَإِنَّهُ لَا يُخْفِزُهُ الْبِدَارُ
وَلَا يُخَافُ عَلَيْهِ قَوْتُ الشَّارِ
وَإِنَّ رَبَّكُمْ بِالْمِرْصَادِ ۝

تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے تمہارا بوجھ ہلکا نہ ہوگا،
اللہ کو جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
نہ انتقام ہاتھ سے نکلنے کا خوف ہے
تمہارا پروردگار تمہاری گھات میں ہے۔

پھر آپ (س) نے یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ
مَاذَا صَنَعْتُمْ وَانْتَوَاخِرُوا لَأَمْرٍ
تم اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی کریم تم سے پوچھیں گے
تم آخری امت ہو تم نے یہ کیا کیا؟

يَا هُلْ بَيْتِي وَأَوْلَادِي وَمَعْرَمَتِي
مِنْهُمْ أَسَارِي وَمِنْهُمْ ضَرْجُ آبِدَمِ

میرے اہل بیت، میری اولاد، میری ناموس کے ساتھ؟

ان سے کچھ کو اسیر بنایا اور کچھ کو خون میں نہلا دیا

مَا كَانَ ذَاكَ جَزَائِي إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ
أَنْ تَخْلِفُونِي بِسُوءٍ فِي ذَوِي رَحْمَتِي

میری ہدایت و نصیحت کی یہ جزا نہ تھی

کہ میرے بعد میرے عزیزوں کے ساتھ یہ سلوک کرو

إِنِّي لَأَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ يَحِلَّ بِكُمْ
مِثْلُ الْعَذَابِ الَّذِي أَوْدَى عَلَى إِرَمِ

مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نہ آئے

جو شداد اور قوم ارم پر آیا تھا

☆☆☆☆☆



جناب زینب سلام اللہ علیہا کا خطاب
در بار یزید لعین میں

www.ziaraat.com
jabir.abbas@yahoo.com
Sabeel-e-Sakina



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل حرم کو دربار یزید لعین میں لایا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک یزید لعین کے سامنے رکھا گیا اور یزید لعین اپنی چھری سے سید الشہداء علیہ السلام کے ہونٹوں کے ساتھ جسات کرتا ہے اور کفریات پر مبنی یہ اشعار پڑھتا ہے:

لعبت ہاشم بالملك فلا
معبہ جاء ولا وحی نزل
لبت اشباحی بینو شہلوا
جنع الخزرج من وقع الاسل
لا هلوا واستهلوا فرحاً
ثم قالوا یا یزید لا تشل
لست من عندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل

بنی ہاشم نے عکرائی کے لیے ایک کھیل کھیلایا ہے۔ نہ کوئی خبر آئی ہے، نہ کوئی وحی ہوئی ہے۔ کاش میرے بدر کے اسلاف دیکھ لیتے غزوں کے لگنے سے بنی خزرج کا اضطراب، تو وہ خوش ہو کر چلاتے اور کہتے: اے یزید تیرا بازو دل نہ ہو آل احمد نے جو کچھ کیا ہے، اس کا میں انتقام نہ لوں تو میں عندف کی اولاد نہیں ہوں۔

اس وقت حضرت نعتب بنت قالمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ
وَالِهِ أَجْمَعِينَ،

ثناءِ کامل عالمین کے پروردگار کے لیے ہے
اور اللہ کا درود ہو اس کے رسول اور ان کی آل پر۔

صَدَقَ اللَّهُ سَبْحَانَهُ
شَرَّكَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَآؤُ
السُّوْىِ اَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ
وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ ۝

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
پھر جنہوں نے برا کیا ان کا انجام بھی برا ہوا کیونکہ
انہوں نے اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کی تھی اور وہ ان کا
مذاق اڑاتے تھے

أُظْنِنْتَ يَا بَزِيدُ حَيْثُ
أَخَذْتَ عَلَيْنَا أَقْطَارَ الْأَرْضِ
وَأَفَاقَ السَّمَاءِ فَاصْبَحْنَا
سُقَاتٍ كَمَا سُقَاتِ الْأَسَارَى،

اے یزید کیا تیرا یہ گمان ہے
کہ زمین و آسمان کے راستے ہم پر بند کر کے اور ہم کو
اسیروں کی طرح در بدر پھرا کر اللہ کی بارگاہ میں ہماری
منزلت میں کمی آگئی

أَنْ يَنْصَاعَ عَلَى اللَّهِ هَوَانًا
وَبِكَ عَلَيْهِ كَرَامَةٌ،
وَإِنَّ ذَلِكَ لِعَظْمُ خَطَرِكَ عِنْدَهُ ۚ
فَشَمَخْتَ بِأَنْفِكَ
وَنَظَرْتَ فِي عِطْفِكَ
جَذْلَانَ مَسْدُورًا،

اور تو عزت دار بن گیا
اور اللہ کے نزدیک تیری اہمیت بڑھ گئی؟
اس گمان سے تیری ناک چڑھ گئی
اور تو اپنے تکبر میں مگن ہے
خوشی سے پھول رہا ہے

تشریح کلمات

شمنح: اوپر کواٹھنا

عطفك: تکبر کرنا۔ کہتے ہیں مَرَّ بِنَظَرٍ عَطْفِهِ۔ جب تکبر کے ساتھ کوئی گزرتا ہے۔

یہ دیکھ کر کہ دنیا (کی سلطنت) پر تیری گرفت مضبوط
اور امور مملکت منظم ہیں،
یہ دیکھ کر کہ ہم پر حکومت اور سلطنت کرنے کا تجھے
موقع مل گیا ہے۔
ٹھہر بیٹھ ٹھہر۔

کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان فراموش کر دیا:

اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم انہیں جو ڈھیل
دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو انہیں
صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنے
گناہ میں اور اضافہ کریں اور آخر کار ان کے لیے
ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اے ہمارے آزاد کیے ہوؤں کی اولاد! کیا یہی
انصاف ہے؟

تیری عورتیں اور کنیزیں پروے میں ہوں
اور نئی زادیوں کو اسیر بنا کر پھر لایا جائے

ان کی چادریں چھین لی جائیں
اور ان کو بے نقاب کیا جائے
دشمن ان کو ایک شہر سے دوسرے شہر پھرائے،

حَيْثُ رَأَيْتَ الدُّنْيَا لَكَ
مُسْتَوْثِقَةً وَالْأُمُورُ مُنْتَظَمَةً
حِينَ صَفَا لَكَ مَلِكُنَا
وَسُلْطَانُنَا، فَمَهْلًا مَهْلًا
(لَا تَطِشْ جَهْلًا)

أَسَّيْتَ؟ قَوْلَ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ:

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
أَنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ خَيْرَ لَآ
نَفْسِهِمْ إِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ
لِيُزَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

أَمِنَ الْعَدُوِّ يَا بَنَ
الطَّلَقَاءِ

تَحْدِيرُكَ حَرَائِرُكَ وَإِمَائِكَ
وَسَوْقُكَ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ
سَبَايَا

وَقَدْ هَتَكَتْ سُتُورَهُنَّ
وَأَبْدَيْتِ وُجُوهَهُنَّ
تَحْدُوَابِهِنَّ الْأَعْدَاءُ مِنْ
بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ



گھاٹ پر بیٹھے والے اور راہروان کو جھانک کر دیکھتے ہیں،

فریسی، انجیسی، کینے اور شریف سب تماشا کر رہے ہیں،

ان خواتین کے ساتھ مردوں میں سے کوئی سرپرست موجود ہے اور نہ ان کا کوئی حمایتی موجود ہے۔

ایسے شخص سے رعایت کی امید کیسے کی جاسکتی ہے جو پاکباز ہستیوں کا کلیجہ چبانے والا ہو

اور جس کا گوشت شہیدوں کے خون سے اگا ہو

وہ شخص ہم اہل بیت کے بغض میں کوئی کسر کیسے اٹھائے گا

جس نے ہم پر عداوت کی نظر رکھی ہو

پھر کسی احساس جرم کے بغیر تم نے آسانی سے یہ بات بھی اگل دی:

(آل احمد سے انتقام کو دیکھ) میرے اسلاف خوش ہو کر چلائے اور کہتے: یزید تیرا بازو شل نہ ہو۔

شنف: بغض و عداوت

وَيَسْتَشْرِفُهُنَّ أَهْلُ
الْمَنَاهِلِ وَالْمَنَاقِلِ

وَيَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ الْقَرِيبُ
وَالْبَعِيدُ وَالذِّي وَالشَّرِيفُ

لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجَالِهِنَّ
مِنْ وَلِيٍّ وَلَا مِنْ حُمَاتِهِنَّ

حَمِيٍّ، وَكَيْفَ يَرْجَى مُرَافَقَهُ
مَنْ لَفَظَ قُوَّةَ أَكْبَادِ الْأَنْكِيَاءِ

وَنَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ دِمَاءِ
الشَّهْدَاءِ

وَكَيفَ يُسْتَبْطَأُ فِي بُغْضِنَا
أَهْلَ الْبَيْتِ

مَنْ نَظَرَ الْيَنَابِلَ الشَّنْفِ؟!

ثُمَّ تَقُولُ غَيْرَ مُتَأَثِّرٍ
وَلَا مُسْتَعْظِمٍ:

لَاهْلُواوَاِسْتَهْلُوا فَرَحًا ثُمَّ
قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تَنَلْ

المناهل: گھاٹ

المناقل: راہرو

یہ ابن الزبیری کا شعر ہے جو یزید نے اپنے نظریے کے اظہار کے لیے پڑھا۔ پورے اشعار یہ ہیں:

لمعت هاشم بالملك فلا	عبر جاء ولا وحى نزل
ليت الشهابسى يهدر شهدا	جزع الحزرج من وقع الاسل
فاهلواو استهلوا فرحا	ثم قالوا يا يزيد لا تنل
لست من عتد ان لم انتقم	من بنى احمد ما كان فعل

ابو عبد اللہ جو انان جنت کے سردار کے ہونٹوں کی
طرف جھک کر ان کے ساتھ اپنی چھری سے گستاخی
کرتا ہے۔

تو نے ایسی باتیں کرنا ہی تھیں
کیونکہ تو نے زخموں کو اور گہرا کر دیا ہے
اپنے پرانے زخم کا مداوا چاہتا ہے
محمد کی اولاد

اور روئے زمین پر آل مطلب کے چاند تاروں کا لہو
بہا کر
تو اپنے اسلاف کو پکارتا ہے
تیرا گمان ہے کہ تو ان (مردوں) کو آواز دے رہا ہے
جب کہ تو خود بھی اسی گھاٹ اترنے والا ہے جہاں وہ
ہیں۔

پھر حیرا دل چاہے گا: کاش ہاتھ شل ہوتا، زباں بند ہو
جاتی

جو کہا وہ نہ کہتا

اور جو کیا وہ نہ کرتا

اے اللہ ہمارا حق ہم کو دلا دے

جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے ان سے انتقام لے

مُنْحَنِیَا عَلٰی مَنَیَا اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ
سَیِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ،
تَنَكُّشَهَا بِمِخْصَرَتِكَ
وَ كَيْفَ لَا تَقُولُ ذَلِكَ
وَقَدْ نَكَاتَ الْفُرْجَةَ
وَاسْتَأْصَلْتَ الشَّافَةَ
بَارِ اقْتِصِلْ لِدِمَاءِ ذُرِّيَّةِ
مُحَمَّدٍ وَنَجُومِ اَهْلِ الْاَرْضِ
مِنْ اِلِ عَبْدِ الْمُطَلِبِ،
وَتَهْتِفُ بِاَسْخَاخِكَ
زَعَمْتَ اَنَّكَ تُنَادِيهِمْ
فَلْتَرِدْنَ وَشَيْكََا
مَوْرِدَهُمْ
وَلْتُودَنَّ اَنَّكَ سَلِلْتَ
وَبَكِمْتَ
وَلَمَرْتَكُنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ
وَفَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ،
اَللّٰهُمَّ خُذْ لَنَا بِحَقِّنَا
وَاسْتَقِرْ مِمَّنْ ظَلَمَنَا

تشریح کلمات

نکأ الفرجة: زخم کو اچھا ہونے سے پہلے چھیلنا۔

استأصل: نابود کرنا مٹا دینا۔

الشافاة: پاؤں کے تلوے پر موجود زخم۔

جن لوگوں نے ہمارا لہو بہایا ہمارے حامیوں کو قتل کیا ان
پر اپنا غضب نازل فرما
قسم بخدا اے یزید تو نے خود اپنی کھال نوچی ہے
اور خود اپنے گوشت کو چیرا، کاٹا ہے
اور تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش
ہونا ہوگا۔

ان کی اولاد کا خون بہانے کا
اور ان کی عترت اور رشتہ داروں کی ہجرتی کر کے رسول
کی بے حرمتی کا جرم لے کر
جہاں اللہ تعالیٰ رسولؐ و اولاد رسولؐ کو اکٹھا فرمائے گا

اور پراگندہ ہستیوں کو ایک جگہ جمع فرمائے گا
پھر ان کو ان کا حق دلانے کا
جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو،
وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے
ہیں
فیصلے کے لیے اللہ
اور مدعی کے لیے محمدؐ کافی ہے،
مددگاری کے لیے جبریلؑ کافی ہے۔

وَاحْلِلْ غَضَبَكَ بِمَنْ سَفَكَ
دِمَاءَنَا وَقَتَلَ حُمَاتَنَا
فَوَاللَّهِ مَا فَرَيْتَ إِلَّا حِلْدَكَ
وَلَا حَزْرَتَ إِلَّا لَحْمَكَ
وَلَتَرِدَنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
بِمَاتِ حَمَلْتِ مِنْ سَفَكَ
دِمَاءِ ذُرِّيَّتِهِ
وَأَنْتَ هَكَّتِ مِنْ حُرْمَتِهِ
فِي عَيْتَرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ
حَيْثُ يَجْمَعُ اللَّهُ شَمْلَهُمْ
وَيَكْفُرُ شَعَثَهُمْ
وَيَأْخُذُ بِحَقِّهِمْ
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ
أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝
وَكَفَى بِاللَّهِ حَاكِمًا
وَبِمُحَمَّدٍ خَصِيمًا
وَبِجِبْرِيلَ ظَهِيرًا

تشریح کلمات

حزرت: الحز۔ چیرنا

فریت: الفری کاٹنا

آل عمران: ۱۶۹

ان لوگوں کو اپنے انجام کا علم ہو جائے گا جنہوں نے
تیرے لیے زمین ہموار کی
اور تجھ کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا۔
ظالموں کی سزا بہت بری ہوگی
وہاں تمہیں پتہ چلے گا کہ کس کا ٹھکانا برا اور کس کے
حمایتی بے حقیقت ہیں۔
اگرچہ میں تجھ سے مخاطبت کی مصیبت سے دوچار ہوں

تاہم میں تجھے چھوٹا بے وقعت سمجھتی ہوں
اور تیری سرزنش کو بڑی جسارت سمجھتی ہوں
اور تیری دھمکی کو حد سے زیادہ سمجھتی ہوں
مگر آنکھیں اٹکبار ہیں
اور دلوں میں سوزش ہے
دیکھو! نہایت تعجب کا مقام ہے
اللہ کا پاکیزہ نسل پر مشتمل گروہ
(فتح مکہ کے موقع پر) آزاد کردہ شیطانی حزب کے
ہاتھوں قتل ہوا ہے

ان کے ہاتھوں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے۔
اور ان کے لب و دندان سے ہمارے گوشت چبانے کے
آثار ظاہر ہو رہے ہیں

وَسَيَحْلُو مَنْ سَوَّىٰ لَكَ وَمَنْ
مَكَنَكَ مِنْ رِقَابِ الْمُسْلِمِينَ
يُسَّ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا،
وَأَيُّكُمْ شَرُّ مَكَانًا
وَأَضَعَفُ جُنْدًا.
وَلَئِنْ جَرْتُ عَلَى
الدَّوَاهِي مُخَاطَبَتَكَ
إِنِّي لَأَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ
وَأَسْتَغْظِمُ تَقْرِيبَكَ
وَأَسْتَكْثِرُ تَوْبِيخَكَ
لَكِنَّ الْعُيُونَ عَبْرِي
وَالصُّدُورُ حَرِي!
أَلَا فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ
لِقَتْلِ حِزْبِ اللَّهِ التَّجَبَّاءِ
بِحِزْبِ الشَّيْطَانِ الطَّلَقَاءِ فَهَذِهِ
الْأَيْدِي تَنْطِفُ مِنْ دِمَائِنَا
وَالْأَفْوَاهُ تَتَحَلَّبُ مِنْ
لَحُونِنَا

تشریح کلمات

تقریر: سرزنش

الدواہی: مصیبت

تتحلب: بہ جانا

تنطف: ٹپکنا

توبیخ: دھمکی، ملامت



وَتِلْكَ الْجُنُثُ الطَّوَاهِرُ الزَّوَائِي
تَنَّا بِهَا الْعَوَاسِلُ
وَتَعْفُرُهَا امَّهَاتِ الْفَرَاعِلِ
وَلَيْنِ اتَّخَذْنَا مَخْنَمًا
لَتَجِدْنَا وَشَيْكََا مَغْرَمًا
حِينَ لَا يَجْدُ إِلَّا مَا قَدَّمَتْ
يَدَاكَ

وہ پاکیزہ اجسام غیر محفوظ پڑے ہیں۔

اگر تو ہمیں اسیر بنانے کو اپنے مفاد میں سمجھتا ہے
تو کل اس کا خسارہ اٹھانا پڑے گا

جہاں تجھے وہی ملے گا جو تو نے آگے بھیجا ہوگا۔

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۵

فَإِلَى اللَّهِ الْمُسْتَكِي وَعَلَيْهِ

الْمُعْوَلُ فَكِدْكَيْكَ وَاسْعَ

سَعِيكَ وَنَاصِبُ جَهْدِكَ

فَوَاللَّهِ لَا تَمُحُو ذِكْرَنَا

وَلَا تُمِيتُ وَحِينَا

وَلَا تُدْرِكُ أَمَدَنَا،

وَلَا تَرْحَضُ عَنْكَ عَارُهَا،

وَهَلْ رَأَيْكَ إِلَّا قَنَدُ

وَآيَاكَ إِلَّا عَدَدُ

وَجَمْعُكَ إِلَّا بَدَدُ،

يَوْمَ بُنَادَى الْمُنَادَى

أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝۶

تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنا والا نہیں

ہم صرف اللہ سے اپنا حال بیان کرتے ہیں

اور صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے یزید! تو اپنی

چال چل اپنی پوری کوشش کر اپنی جدو جہد کو تیز تر کر

قسم بخدا تو ہمارا ذکر مٹا نہ سکے گا

نہ ہماری وحی کو ختم کر سکے گا

نہ تو ہماری منزل کو پاسکے گا

نہ تو اس عار و ننگ کا دمہ دھو سکے گا

تیری رائے غلط ہے

تیری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے

تیری جمعیت کا شیرازہ بکھرنے والا ہے

جب منادی عداوتے گا

ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
الَّذِي خَتَمَ لِأَوَّلِنَا
بِالسَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ
وَلَاخِرَتِنَا بِالشَّهَادَةِ وَالرَّحْمَةِ
وَنَسَأَلُ اللَّهَ أَنْ يَكْمَلَ الثَّوَابَ
وَيُوجِبَ لَهُمُ الْمَزِيدَ
وَيُحْسِنَ عَلَيْنَا الْخَلَافَةَ
إِنَّهُ رَحِيمٌ وَدُودٌ،

ثنائے کامل ہو اللہ رب العالمین کے لیے
جس نے ہمارے پیشرو بزرگوں کو سعادت و مغفرت
سے نوازا
اور ہماری آخری ہستی کو شہادت و رحمت عنایت فرمائی
ہم اللہ سے ثواب کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں
اور ان کے لیے ثواب مزید کا موجب بنے
اور ان کے جانشینوں پر احسان فرما
بے شک وہ رحم کرنے والا مہرباں ہے

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝

ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے
اور وہی بہترین کارساز ہے۔

☆☆☆☆☆